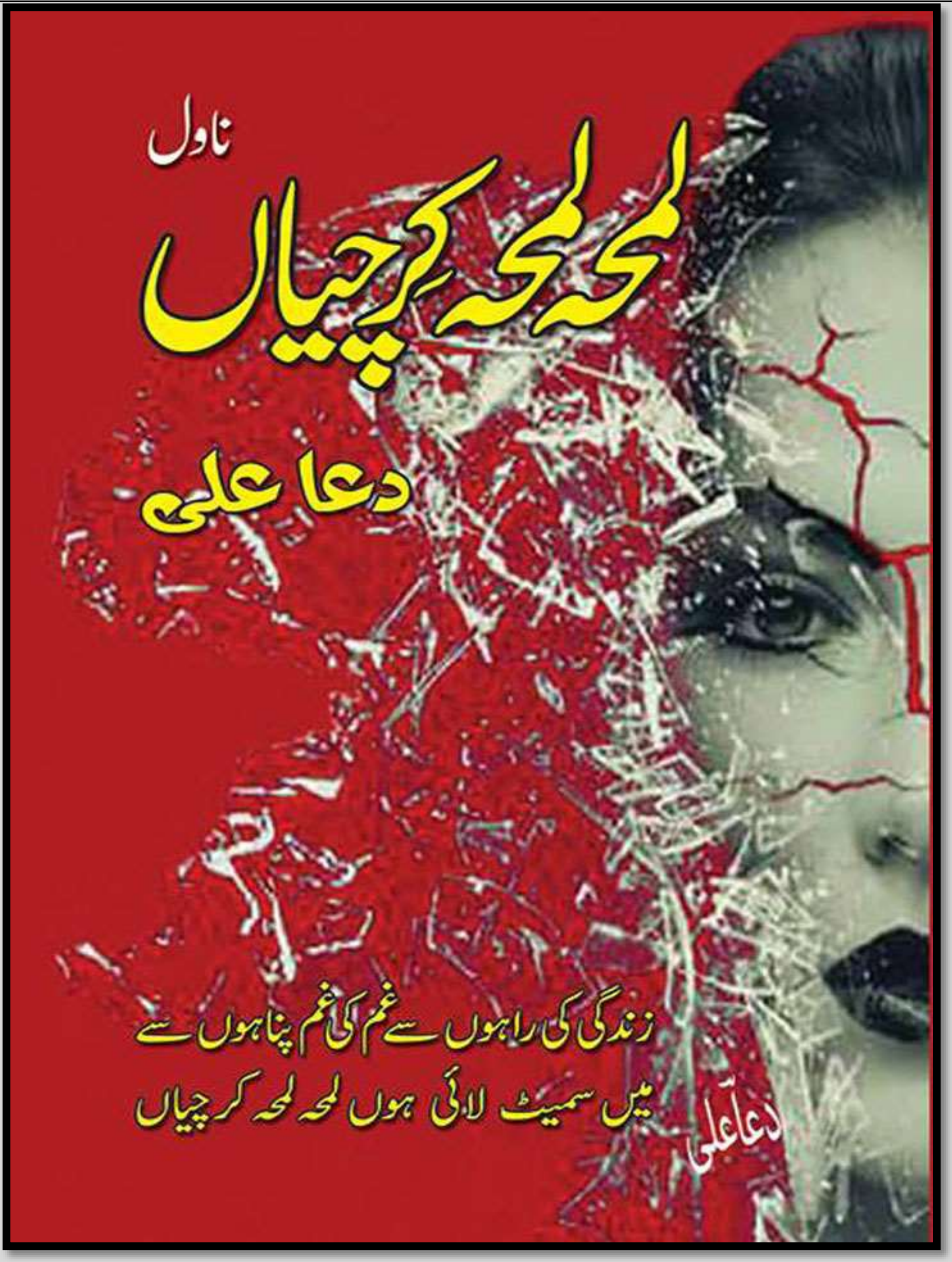
ناول
لمحہ لمحہ کرچیاں
دعا علی
زندگی کی راہوں سے غم کی پناہوں سے
میں سمیٹ لائی ہوں لمحہ لمحہ کرچیاں
دعا علی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لمحہ لمحہ کرچیاں

(ناول)

دعا علی

سعد پبلیکیشنز

سیکنڈ فلور میاں مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور

0333-8831110

saadullahshah2009@hotmail.com

دیدہ زیب اور خوبصورت کتابوں کا مرکز

تزئین واہتمام: سعد اللہ شاہ

جملہ حقوق بحق مصنفہ محفوظ ہیں

نام ناول۔۔۔۔۔۔۔۔لمحہ لمحہ کرچیاں

مصنفہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔دعا علی

اشاعت۔۔۔۔۔۔۔۔۔مئی2019ء

کمپوزنگ وسرورق۔۔۔۔۔۔۔دعا علی

تعداد۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔500

قیمت۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔200/روپے

دعاؔعلی

Email:duaalihyder@gmail.com

Website:duaalipoetry.com

انتساب

میرے استاد محترم

سر نوید سروش

کے نام

دعا علی کے تین شعری مجموعے "روشنی بھی فریب دیتی ہے" "دسمبر کی اداس شامیں" اور "مجھے بارش سے کہنے دو" اشاعت پذیر ہو چکے ہیں یہ شاعرانہ نام اس کے مزاج کا پتہ دیتے ہیں۔ اب کے وہ ایک نئے روپ میں سامنے آئی ہے کہ اُس نے ایک ناول تخلیق کر ڈالا جس کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ یہ نہ کہانی ہے نہ افسانہ بلکہ خود نوشت لگتا ہے اس میں صنفِ نازک کا کمزور لمحہ بھی ہے پچھتاوا بھی ہے حالات سے لڑنے کا حوصلہ بھی ہے اور خدا کی طرف مراجعت بھی ہے۔ اس ناول کی دلچسپی آخر تک کم نہیں ہوتی یہ اگر ٹی وی ڈرامہ بنے تو بڑا پر اثر ہو گا۔ اا گر میں اس آپ بیتی کو سخن آشنا کروں تو پہلے یہ اس شعر کے مصداق نظر آتی ہے

عمر گزری ہے دربدر اپنی
ہم ہلے تھے ذرا ٹھکانے سے

پھر یہ معاملہ آگے چلتا ہے تو ایک نازک سی لڑکی کسی کی انا کا رزق بننے سے انکار کر دیتی ہے اسے رشتوں کا احساس بھی ہے مگر اپنی غلطی تو آنسوؤں کا خیراج مانگتی ہے۔ یہ خود اذیتی جان لیوا بھی ہے خلوص اور محبت میں ایک تابناکی بھی ہے۔ یہ آگ کبھی کبھی دوسروں کو بھی جلا دیتی ہے۔ ایک ردِ عمل جو سب کچھ رد کر دیتا ہے ایک جیتی جاگتی روح جسم کو تحریک دیتی ہے۔ مجھے شہزاد احمد کا یہ شعر لکھنا پڑے گا

اپنا حق شہزاد ہم چھینیں گے مانگیں گے نہیں
رحم کی طالب نہیں بے چارگ جیسی بھی ہے

میں نے جو کہنا تھا کہہ دیا۔ آپ اس ناول سے لطف اٹھائیں اور پھر دعا علی کے آنے والے افسانوں کے مجموعے کا انتظار کریں۔ ایک بات بہت ضروری کہ لڑکی ہمیشہ اپنا گھر بچاتی ہے اور اپنے بچوں میں اپنی عمر بسر کر دیتی ہے۔ گویا یہ ایک عورت کی عظمت کا پتہ دیتا ہوا ناول ہے۔

سعد اللہ شاہ

22/04/2019

حوصلہ مند ناول نگار دعا علی

دعا علی شعری ادب میں ایک معروف نام بن چکا ہے ان کی نظموں اور غزلوں کے تین مجموعے "روشنی بھی فریب دیتی ہے"، "دسمبر کی اداس شامیں" اور "مجھے بارش سے کہنے دو" منظر عام پر آ کر اہلِ علم و فن سے داد وصول کر چکے ہیں دعا علی نے مختلف اخبار میں ادبی اور سماجی موضوعات پر کالم بھی لکھے اور افسانے بھی تحریر کیے دعا علی نے نیٹ پر بابِ دعا کے نام سے رسالے کے کئی شمارے ترتیب دیے اور اب بھی باقاعدگی سے وہ رسالہ نکال رہی ہیں میگزین کے علاوہ حمد و نعت نظموں اور غزلوں کی کئی کتابیں بھی مرتب کر چکی ہیں اس اجمال سے آپ دعا علی کی فعال ادبی شخصیت کا بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں۔

دعا علی کا ناول "لمحہ لمحہ کرچیاں" ہمارے معاشرے کے جاگیردارانہ نظام، وڈیرا شاہی اور زمین دارانہ سوچ کے پسِ منظر سے جنم لیتا ہے یہ نظام اور سوچ ظلم و جبر، دھونس دھاندلی اور مکر و فریب پر قائم ہے اس ظلم و ستم کے کچھ قصے اخبارات اور برقی میڈیا پر آ جاتے ہیں جسم کے زخم تو نظر آتے ہیں مگر زخم خوردہ روح کیسے نظر آئے۔ جہاں احساسات کا قتل ہو خیالات کا اظہار ناقابل معافی جرم ہو اور جہاں سوچنے پر پابندی ہو وہاں زندگی کیسے گزرتی ہو گی یہ سب کچھ اس ناول کا حصّہ ہے ناول میں سندھ اور بلوچستان کی ایک انتہائی بدنما رسم "کاروکاری" کرنے کی حقیقت بھی مصنفہ نے پیش کی ہے۔

میر میران علی شاہ زمین دار طبقے کا نمائندہ ہے آئمہ متوسط طبقے کی پڑھی لکھی لڑکی۔ میران شاہ کی محبت میں گرفتار ہو جاتی ہے اور خاموشی سے نکاح کر لیتی ہے میران شاہ مجبوراً آئمہ کو اپنے گھر گاؤں لے کر آتا ہے جہاں میران شاہ اپنی پہلی خاندانی بیوی عالیہ روایت کے مطابق ہر نئی عورت افسردہ دل اور تڑپتی روح کے ساتھ خوش آمدید کہتی ہے میران شاہ اپنی فطری سوچ اور خاندانی روایت کے مطابق آئمہ کو ٹشو پیپر تصور کرتا ہے اور جان چھڑانا چاہتا ہے مگر آئمہ اپنی ایک غلطی کے کفارے کے طور پر ہر ظلم برداشت کرتی ہے اپنی حکمت عملی، صبر مسلسل خدمت گزاری

اور مضبوط حوصلے سے میران شاہ کا ہر ظلم سہتی بھی ہے اور مقابلہ بھی کرتی ہے آخر ایک دن میران شاہ کو رام کر لیتی ہے اور ایسا رام کرتی ہے کہ اپنے اور پہلی بیوی کے بچوں کو گاؤں کے گھٹن زدہ ماحول سے شہر لے جا کر اچھے اسکول میں پڑھاتی ہے ایسے ماحول میں جہاں لڑکی اپنی دہلیز صرف شادی کے وقت پار کرتی ہے وہاں وہ پورے خاندان سے ٹکرا کر لڑکیوں کو بھی پڑھاتی ہے مصنف ہارب علی شاہ کا کردار ایک مسیحا کے روپ میں سامنے آتا ہے جو آئمہ کی ہر قدم پر حمایت کرتا ہے۔ناول میں عفان، حاشر، مائلہ اور دیگر اپنی اپنی مجبوریوں میں قید نظر آتے ہیں۔

دعا علی کا اندازِ تحریر سادہ، براہ راست اور کھرا (اس ناول میں) ہے وہ جملوں کی بناوٹ اور کیفیات کو جیسا محسوس کرتی ہیں ویسا لکھ دیتی ہیں زیادہ کانٹ چھانٹ نہیں کرتیں۔ تلخ مشاہدات کو بے رحمی سے نذرِ قرطاس کرنے کے حق میں نظر آتی ہیں وہ اس ناول پر تین برسوں سے کام کر رہی تھیں مجھے اب ان کے افسانوں کے مجموعے کا انتظار ہے۔

نوید سروش

صنفِ نازک کا دکھ

جب ماحول ساز گار نہ ہو تو روشنی بھی فریب دیتی ہے اور سب کچھ سراب نظر آتا ہے ایسے میں دسمبر کی اُداس شامیں حساس دل کو اور اداس کر جاتی ہیں اور برکھارت جو اندر برس رہی ہوتی ہے جلترنگ بارش کی صورت باہر بھی برس رہی ہو تو اس کی خوبصورتی دل کی اداسی دور نہیں کر پاتی اور لمحہ لمحہ کرچیاں ہوتی لڑکی شاعری کی لفظی بھول بھلیوں سے اور سحر آفینی سے نکل کر نثر کی لمبی سیدھی سڑک پر چلنا شروع ہو جاتی ہے اور جذبات لفظوں کا روپ دھار کر ایک ناول کی شکل اختیار کر لیتے ہیں جس میں صنفِ نازک پر گزرنے والا ہر لمحہ جو اس کی انا کو پاش پاش کرتا رہتا ہے اس کی خودداری کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے اس کے دل کو کرچی کرچی کر ڈالتا ہے یہ ایک متوسط طبقے کی لڑکی کی روداد ہے جو وڈیرا شاہی اور زمین دارنہ سوچ کا شکار نظر آتی ہے اسکے دل کی پکار اور چیخیں روح کے تار ہلا دیتی ہیں اس میں بدنما رسم کاروکاری کا عکس بھی نظر آتا ہے کبھی یہ خود نوشت لگتی ہے جسے دعا نے بہت سادہ اور پر اثر انداز میں صفحۂ قرطاس پر بکھیر دیا ہے اب فیصلہ قارئین پر چھوڑتے ہیں کہ ان کا ردِ عمل کیا ہوتا ہے کیا وہ صنفِ نازک کے کرچی کرچی ہوتے لمحات کو چن کر اس کی منزل کے راستے کو آسان کر دیتے ہیں یا مزید کرچیاں بکھیر کر اس کو برہنہ پا یہاں سے گزرنے پر مجبور کر دیں گے ہم سب اس کی خوبصورت تحریر کردہ ناول کو پڑھنے کے بعد اس کے اب اس افسانے کے مجموعے کی اشاعت کے منتظر ہیں تا کہ ہم اس کے خوبصورت جذبات احساسات اور لفظوں کے سحر سے دوبارہ لطف اندوز ہو سکیں میں دعا کو خوبصورت ناول لکھنے پر مبارکباد پیش کرتی ہوں

ڈاکٹر شہناز مزمل

چیئرپرسن ادب سرائے انٹرنیشنل

دعا سے دعا تک

دعا علی کا ناول "لمحہ لمحہ کرچیاں" کی کہانی ہمارے معاشرے کے جاگیر دارنہ نظام اور اس نظام سے جنم لینے والی خرابیوں کی عکاسی کرتی ہے۔ دعا علی جو کہ اپنی ایک شناخت رکھتی ہیں ان کا ادبی دنیا میں اپنا منفرد مقام ہے وہ شاعری میں تو اپنا لوہا منوا چکی ہیں اور ساتھ ساتھ انٹرنیٹ پر بابِ دعا کے نام سے ہر ماہ باقاعدگی کے ساتھ میگزین بھی ثابت قدمی سے نکال رہی ہیں اس میگزین کا معیار اور اس میں شائع مواد کو دیکھ کر ان کے ذوق اور محنت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

اس ناول سے پہلے ان کے تین شعری مجموعے شائع ہو کر مقبولیت حاصل کر چکے ہیں "لمحہ لمحہ کرچیاں" ان کا پہلا ناول ہے اس ناول میں انھوں نے کہانی اور کرداروں کا انتخاب بہت عمدگی کے ساتھ کیا ہے دعا کا مشاہدہ، اور فنی شعور قابلِ تعریف ہے یہی نہیں بلکہ دعا علی نے سادہ اور موزوں ترین الفاظ کو عمدگی سے استعمال کیا ہے دعا علی بحیثیت، شاعرہ، ایک حساس دل رکھتی ہیں اسی لیے انھوں نے ناول لکھتے ہوئے جو کچھ دل کی گہرائیوں سے محسوس کیا اسے لکھ دیا زندگی میں انسان تجربات اور کچھ باتیں مشاہدات سے سیکھتا ہے بے رنگ تصویروں میں رنگ بھرنا، الفاظ میں ڈھالنا دعا علی جیسی محنتی اور کھری مدیرہ، شاعرہ، اور ناول نگار کو ہی زیب دیتا ہے میں دعا علی کو مبارک پیش کرتی ہوں اور ان کی کامیابیوں کے لیے دعا گو ہوں۔

شاہین زیدی

مدیرہ سہ ماہی نوادر

محترمہ دعا علی صاحبہ بہترین ناولسٹ

محترمہ دعا علی صاحبہ نے بطور شاعرہ اپنی منفرد شناخت جلد بنالی تھی ساتھ ہی وہ ایک کامیاب مدیرہ کی حیثیت سے بھی اردو ادب میں اجاگر ہوئیں۔ اور "باب دعا" میں آن لائن میگزین کے ذریعے دنیائے اردو ادب میں انتہائی منفرد اور معیاری شناخت بنانے میں ان کی مستعدی قابل تعریف ہے۔ اور تو اور کئی ایک کتابیں دوسروں کی بھی انہوں نے اپنی ویب سائٹ پر شائع فرمائیں جو آن لائن پڑھی جارہی ہیں اور پڑھی جاتی رہیں گی۔

ابھی گزشتہ تین سالوں سے وہ ایک ناول بھی لکھنے میں مصروف تھیں جس کا نام ہے "لمحہ لمحہ کرچیاں"۔ جو مکمل ہو چکا ہے اور شائع ہو کر آپ کے ہاتھوں میں آنے کے لیے مضطرب ہے۔ اس ناول میں محترمہ دعا علی صاحبہ نے جاگیردارانہ نظام کی بھرپور ترجمانی، عکاسی پیش فرمائی ہے۔ یوں تو اس ناول کا ہر کردار جاگیردارانہ نظام سے منسلک نظر آتا ہے لیکن عصر حاضر کی عینک سے اگر دیدار کیا جائے تو ایسے بے شمار کردار بھی مل جائیں گے جو اس ناول سے سو فیصد میچ ہو جاتے ہیں۔

محترمہ دعا علی صاحبہ کے ناول کا ہر کردار اپنی اہمیت رکھتا ہے اپنی الگ تھلگ شناخت رکھتا ہے۔ اس ناول میں ظالم اور مظلوم کی کہانی بڑی خوبی سے پیش کی گئی ہے۔ اس کہانی میں مظلوم نسوانی کردار کے ذریعے معاشرے میں نسوانی آواز کو ابھارنے کے لئے جدوجہد کی گئی ہے۔ حاکم ظالم جاگیردارانہ کردار کے ذریعے عصر حاضر کے ناانصافی اور ظلم و ستم کے پروردہ کرداروں پر کراراوار کیا گیا ہے اور ان کے خلاف اعلان جنگ بھی۔ تخریبی اور تعمیری تخیلات میں تصادم پیش کیا گیا ہے اور تعمیریت کی فتح یابی کے ذریعے تخریبیت کی مخالفت کی گئی ہے۔ تعمیریت پر زور دیا گیا ہے۔ یہ

ناول تخریبیت کے خلاف رد عمل بھی قرار دیا جاسکتا ہے۔ اس ناول کو ہر گھر میں پڑھا جانا چاہیے اور یہ ناول ناانصافی کے خلاف، ظلم وستم کے خلاف، متحرک کرنے کے لیے ایک کامیاب ذریعہ تسلیم کیا جانا چاہئے۔

امید ہی نہیں بلکہ یقین ہے کہ اسے ہاتھوں ہاتھ لیا جائے گا اور اردو ادب میں ناول نگاری کی تاریخ میں اسے کبھی فراموش نہیں کیا جائے گا۔ ہم " لمحہ لمحہ کرچیاں " کی اشاعت پر دل کی گہرائیوں سے دعا علی صاحبہ کو مبارک پیش کرتے ہیں۔

محترمہ دعا علی صاحبہ کے لیے دعائیں ہیں کہ اسی طرح وہ مستعدی کے ساتھ اپنے اہم کام انجام دیتی رہیں ساتھ ہی ساتھ ابھی کئی کتابیں ان کی منظر عام پر آنا باقی ہیں ہم منتظر ہیں اب وہ افسانوں کا مجموعہ کب منصہ شہود پر لاتی ہیں؟

علیم طاہر (انڈیا)

کچھ ناول کے بارے میں

میری پہلی کتاب "روشنی بھی فریب دیتی ہے" 2014ء میں "دسمبر کی اداس شامیں" 2015ء میں اور "مجھے بارش سے کہنے دو" 2017ء میں منظر عام پر آئی۔ اہل ہنر نے میری بہت حوصلہ افزائی فرمائی جس کی میں بے حد ممنون ہوں اور اب یہ میری چوتھی کتاب "لمحہ لمحہ کرچیاں" جو ایک ناول ہے۔ میرا ناول لکھنے کا ارادہ تو تھا مگر ہمت نہیں کر پاتی تھی اس بات کا ذکر جب سر نوید سروش صاحب سے کیا تو انھوں نے حوصلہ دیا اور کہا معاشرے کی تلخ حقیقتوں کو اپنے قلم کے ذریعے صفحہ ء قرطاس پر منتقل کر دیجیے اسے ایک ناول کی شکل دیجیے شروع شروع میں چند ایک افسانے لکھے جسے بہت سراہا گیا افسانے لکھتے ہوئے ساتھ ساتھ ناول کا خاکہ بھی ذہن میں تخلیق ہوتا رہا اور پھر کالم نگاری ،شاعری اور افسانے کے ساتھ ساتھ ناول بھی مکمل ہو گیا۔

اس ناول کا انتساب میں اپنے استاد محترم سر نوید سروش کے نام کرتی ہوں۔

ناول میں میران شاہ کا کردار ایک جاگیر دار کے روپ میں پیش کیا گیا ہے جو اپنی بات منوانے اور ناجائز تعلقات بنانے میں کوئی شرم محسوس نہیں کرتا جس کے لیے شباب اور شراب کوئی عیب نہیں ہے

یہ ہمارے فرسودہ معاشرے کی ایک ایسی کہانی ہے جہاں کردار گھٹن زدہ ماحول میں سانس تو لیتے ہیں مگر اُنھیں کھل کر جینے کی آزادی نہیں ہے جہاں ایک لڑکی کا سامنا تلخ حقیقتوں سے ہوتا ہے مگر وہ اپنے ارادے کی بہت مضبوط ہوتی ہے جو ہمت نہیں ہارتی۔

یہ ایک ایسی روایتی لڑکی کی داستان ہے جسے ایک غلطی کا خمیازہ عمر بھر بھگتنا پڑتا ہے وہ دکھ درد اور تکلیفیں سب کچھ سہتی ہے مگر ہمت نہیں ہارتی وہ رب کے نزدیک ہو جاتی ہے اور ہمیشہ ثابت قدم رہتی ہے وہ ربِ کائنات کے سوا کسی

پر بھروسہ نہیں کرتی اسے پختہ یقین ہوتا ہے کہ اللہ کے سوا اس کا کوئی مدد گار نہیں وہ سوتیلی اولاد کو اپنے بچوں سے بڑھ کر توجہ اور پیار دیتی ہے اور انھیں جینے کا ڈھنگ سکھاتی ہے کاروکاری جیسی رسموں میں جکڑے ہوئے لوگوں کو سیدھے راستے پر لاتی ہے اور اس رسم کو ختم کرنے میں مدد کرتی ہے اس کی لڑائی جاگیردانہ اور وڈیرا شاہی سوچ کے خلاف ہوتی ہے جو جاگیردانہ سوچ رکھنے والے ظالم اور جابر شخص کو بدل کر رکھ دیتی ہے وہ ایک جاگیردار کو یہ بتاتی ہے کہ عورت کوئی ٹشو پیپر نہیں جسے جب چاہا استعمال کیا اور پھینک دیا وہ اپنے حق کے لیے اکیلی لڑتی ہے اور جیت حاصل کرتی ہے وہ اپنا حق لینے اور اپنے بچے کو باپ کا نام اور اس کا حق دلانے کے لیے ہر تکلیف سہہ جاتی ہے وہ اپنے احساسات کو کچل کر رکھ دیتی ہے مگر پیچھے مڑ کر کبھی نہیں دیکھتی وہ بچوں کی خاطر اسی چوکھٹ پر ساری زندگی گزار دیتی ہے۔

پسند کی شادی کرنے اور گھر چھوڑ کر بھاگ جانے والی لڑکی کے ساتھ کیا کچھ ہو سکتا ہے اس کی عزت بھی جا سکتی ہے اور جان بھی عورت کی عزت صرف گھر کی چاردیواری میں محفوظ ہے۔ میرا آنے والا مجموعہ افسانوں پر مشتمل ہے جو ان شاءاللہ جلد منظرِ عام پر آئے گا۔

آخر میں سر نوید سروش کا شکریہ ادا کرنا چاہوں گی جو قدم قدم پر میری راہ نمائی کرتے ہیں امید ہے یہ میرا پہلا ناول آپ کو پسند آئے گا۔ آپ کی رائے کا انتظار رہے گا۔

دعا کی طالب

دعا علی

لمحہ لمحہ کرچیاں

کرچیاں جو بکھری ہیں زندگی کی راہوں سے

حرف یہ دعا کے ہیں رنج و غم کے افسانے

آئمہ نے ایم کام کیا تھا اور اسے اکاؤنٹنسی میں خصوصی دلچسپی تھی اور کچھ کمپیوٹر کورسز بھی کیے تھے آئمہ ایک اعلی خاندان سے تعلق رکھتی تھی وہ اسلام آباد میں ایک نجی کمپنی میں اکاؤنٹینٹ مینیجر تھی۔ اس کی سرخ و سفید رنگت بڑی بڑی آنکھیں اور شانوں تک کٹے ہوئے بال الہٹر سی آئمہ کسی کی بات نہ سننے والی اپنی من مانی کرنے والی جس کو جو دل میں آیا کہہ دیا نڈر با اعتماد اور ذرا اکھڑ مزاج لڑکی تھی۔

ایک دن میر میران علی شاہ کسی کام سے اس کے آفس آیا میر میران علی شاہ اس کے آفس کولیگ طلحہ کا دوست تھا میر میران علی شاہ آئمہ کو دیکھتے ہی رہ گیا آئمہ اس دن جب کہ اپنے کام میں مصروف تھی اس نے میران شاہ کی طرف دھیان نہیں دیا کچھ دن بعد سب آفس کولیگز نے مل کر پروگرام بنایا کہ کیوں نہ مری کی خوبصورت وادیوں میں پکنک منائی جائے سب نے اس رائے پر اتفاق کیا طلحہ نے مشورہ دیا کہ ہم لوگ زیادہ ہیں کیوں نہ میں اپنے دوست کی گاڑی لے آؤں اس طرح ہم آرام سے سفر کریں گے اور خوب انجوائے کریں گے سب نے اپنی رضامندی ظاہر کر دی پروگرام طے پایا کہ ویک اینڈ پر چلیں گے پکنک والے دن طلحہ اپنے دوست کی پراڈو لے آیا اور ساتھ ہی ایک آدمی بھی جسے دیکھ کر سب نے پوچھا کہ کیا یہ ڈرائیور ہے؟

طلحہ نے کہا نہیں یہ ڈرائیور نہیں میرا دوست میر میران علی شاہ ہے اور یہ گاڑی بھی اسی کی ہے میران شاہ گہرے سانولے رنگ کا پرکشش نوجوان تھا طلحہ نے کہا یہ بھی ہمارے ساتھ ہی جائے گا کسی کو کوئی اعتراض تو نہیں؟ سب

نے کہا کہ نہیں ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔ آئمہ نے میران شاہ پر سرسری نظر ڈالی اور جا کر آفس کی گاڑی میں بیٹھنے لگی تو طلحہ نے کہا آئمہ تم عفیفہ، زہرا، ریان، اور حازک ہمارے ساتھ چل رہے ہو عفیفہ نے فوراً کہا کہ ہاں جی طلحہ ہم تمھارے ساتھ ہی چل رہے ہیں آئمہ بنا کچھ کہے گاڑی کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئی راستے میں ایک دو جگہ پر طلحہ نے گاڑی روکی اور سب نے دلکش مناظر دیکھ کر تصویریں بنائیں۔ عفیفہ اور زہرا نے آئمہ سے کہا کہ " آئمہ تم نے ایک بات نوٹ کی کہ یہ طلحہ کا دوست بیک ویو مرر سے تمھیں ہی بار بار دیکھ رہا ہے آئمہ نے کہا" چھوڑو یار اُسے دیکھنے دو اس نے کبھی لڑکی دیکھی ہی نہیں ہوگی" آئمہ اس بات سے بالکل لاتعلق تھی کہ میران شاہ اسے پہلے بھی ایک بار دیکھ کر جا چکا تھا آئمہ یہ کہہ کر منہ کھڑکی کی طرف کر کے بیٹھ گئی اور باہر کے نظاروں سے لطف اندوز ہوتی رہی بالآخر وہ لوگ مری پہنچ گئے سب نے خوب انجوائے کیا طلحہ نے کہا" آئمہ چلو سب اس سامنے والی پہاڑی پر چلتے ہیں اوپر سے نیچے دیکھنے کا منظر ہی بہت دلچسپ ہوتا ہے سب نے کہا کہ " چلو آج اتنی اونچائی سے دیکھتے ہیں" سب چل دیے میران شاہ بھی آئمہ کے ساتھ ساتھ ہی چل رہا تھا آئمہ اپنی دھن میں ایک ہاتھ میں اپنی سینڈل پکڑے اور دوسرے ہاتھ کی مدد سے اوپر چڑھتی چلی جا رہی تھی

میران شاہ نے کہا" آئمہ کیا میں تمھاری مدد کروں" اوپر چڑھتے ہوئے آئمہ نے جھٹ سے کہا" نہیں جی سوری میں بنا سہارے کے چلنے کی عادی ہوں" میران شاہ چپ ہو کر رہ گیا اور آئمہ اوپر چڑھتی چلی گئی جب پیچھے مڑ کر دیکھا تو میران شاہ زہرا اور ریان تھے باقی سب پلٹ کر جا چکے تھے اور دوسری جگہ انجوائے کر رہے تھے آئمہ اور زہرا نے ایک دوسرے کی تصویریں بنائیں تو میران شاہ نے کہا" آئمہ میری بھی کچھ تصویریں بنا دو پلیز" آئمہ نے کیمرہ ریان کو دے دیا اور کہا" ریان آپ بنا دو اپنے دوست کی تصویریں میں اور زہرا نیچے جا رہے ہیں۔ ریان نے کچھ تصویریں بنائیں اور سب واپس آہستہ آہستہ نیچے آ گئے۔

جب آئمہ نیچے آئی تو عفیفہ نے کہا آئمہ اپنا کیمرا دینا میرے کیمرے کا میموری کارڈ بھر گیا ہے آئمہ نے ریان سے کیمرا لے کر عفیفہ کو دے دیا عفیفہ نے کہا" آئمہ اس میں تو ایک بھی تصویر باقی نہیں اب کیا کروں" آئمہ نے بنا

دیکھے سوچے کہہ دیا یہ جو طلحہ کا دوست ہے اس نے ساری تصویریں بناڈالیں۔ شکل تو اچھی نہیں میرے کیمرے کا میموری کارڈ ہی فل کر دیا ہے۔

تم ڈیلیٹ کر دو۔ یہ بات آئمہ کے پیچھے کھڑے میران شاہ نے سن لی اور اسکا چہرہ اتر گیا آئمہ کی بات سن کر اس کا موڈ خراب ہو گیا میران شاہ ایک جاگیر دار تھا اس کو یہ بات کچھ زیادہ ہی بری لگی آئمہ نے یہ بات کہہ کر اس کے دل کو ٹھیس پہنچائی تھی پر وہ اس بات سے بالکل بے خبر تھی کہ میران شاہ کے دل میں یہ بات کسی تیر کی طرح لگی ہے واپسی پر گاڑی میران شاہ نے ڈرائیو کی وہ ایک آدھ نظر پیچھے بیٹھی آئمہ پر بھی ڈال لیتا اور وہ ہر بات سے بے خبر باہر کے نظاروں سے لطف اندوز ہو رہی تھی میران شاہ نے آدھ گھنٹے کی ڈرائیو کے بعد گاڑی سڑک کے کنارے پر روک دی اور گاڑی سے نیچے اتر کر سڑک کے سائیڈ پر پڑے ایک پتھر پر بیٹھ گیا باقی سب بھی گاڑی سے نیچے اتر آئے اور خوبصورت وادی سے لطف اندوز ہونے لگے۔

طلحہ نے میران شاہ کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا میران شاہ کن سوچوں میں گم ہو میران شاہ کا چہرہ بالکل سپاٹ تھا اور احساس سے عاری میران شاہ نے اپنی بھاری آواز میں طلحہ سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا کچھ نہیں بس ایسے ہی یہ جگہ اچھی لگی تو سوچا کیوں نہ کچھ دیر رکا جائے اتنے میں آئمہ اور اس کی سب دوستیں بھی وہیں آگئیں اور آتے ہی کہنے لگیں ارے تم لوگ تو یہاں یوں ڈیرا ڈال کر بیٹھ گئے ہو جیسے کہ یہیں رکنے کا ارادہ ہو میران شاہ کچھ کہے بنا گاڑی کی طرف بڑھ گیا اور جا کر ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔

دو کنول اس کی سوچ کی جھیل پر نمودار ہونا شروع ہو گئے اور وہ اپنے خیال کو بار بار جھٹک دیتا اس نے سختی سے اپنے دل کو تخیل پرستی سے روکا اور دوبارہ آئمہ کی طرف نظر نہیں اٹھائی اور خامشی کے ساتھ ڈرائیو کرتا رہا۔

وہ لوگ واپسی پر بھی انجوائے کرتے ہوئے شام کو گھر لوٹ آئے آئمہ نے دھیان نہیں دیا کہ سارے رستے میران شاہ چپ چاپ رہا ہے۔

کچھ دن گذرے میران شاہ نے آفس میں کال کی جو آئمہ نے اٹینڈ کی آئمہ سے میران شاہ نے طلحہ کا پوچھا آئمہ نے کہا کہ طلحہ آفس کے کسی کام سے آؤٹ آف سٹی گیا ہوا ہے اُسے وہ بات بالکل بھول گئی تھی کہ اُس نے میران شاہ کو دلی ٹھیس پہنچائی تھی اس لیے نہ تو میران شاہ نے اس بات کا ذکر کیا نہ آئمہ نے۔ آئمہ کا حال چال پوچھا اور فون بند کر دیا کچھ دن بعد میران شاہ پھر کسی سلسلے میں آفس آیا۔

وہ لیپ ٹاپ پر جھکے اپنے کام میں مشغول تھی وہ بار بار اپنے چہرے پر آنے والی لٹ کو اپنے ہاتھ سے ہٹاتی شریر لٹ پھر اس کی آنکھوں کے سامنے آجاتی دل آویز ڈیزائن اچھی تراش خراش کے ہلکے فیروزی رنگ کے لباس میں ملبوس وہ کوئی جنت کی حور لگ رہی تھی اس کا سفید رنگ نشتر بن کر میران کے دل میں اتر رہا تھا وہ دور کھڑا ایک ٹک اسے دیکھتا رہا میران شاہ کے دل میں چھپی پیار کی مدھم لہروں نے ایک شور برپا کر ڈالا اس نے آہستگی سے آئمہ کی طرف قدم بڑھایا اور اس سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا" آئمہ میں تم سے ایک بات پوچھنا چاہ رہا ہوں کیا پوچھ سکتا ہوں؟" آئمہ نے اپنی نظریں بنا اوپر اٹھائے کہا ہاں کیوں نہیں

میران شاہ نے آئمہ سے ڈائریکٹلی کہا" آئمہ میں تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں اُس نے چونک کر اپنی بڑی اور نمدار آنکھوں سے دیکھا اور ایک محرابی ابرو معنی خیز انداز میں اٹھا کر بولی شادی وہ بھی مجھ سے میران شاہ نے کہا کیوں کیا میں تم سے شادی نہیں کر سکتا؟

تم مجھے پہلی ہی نظر میں بہت اچھی لگی تھیں آئمہ یہ بات سنتے ہی حیران رہ گئی میران شاہ نے کہا" آئمہ میں نے ایسا کیا کہہ دیا جو تمہیں اتنی حیرانی ہو رہی ہے پلیز مجھے تم سوچ کر جواب دینا میرے بارے میں طلحہ سے تمام معلومات لے سکتی ہو۔ میران شاہ اپنی بات مکمل کر کے جا چکا تھا اور وہ وہیں حیران کن نظروں سے اسے جاتا دیکھتی رہی۔

....

آئمہ نے اس بات کا ذکر عفیفہ اور زہرا سے کیا عفیفہ اور زہرا نے ہنستے ہوئے آئمہ سے کہا "آئمہ یہ بات تو ہم نے اسی دن کہہ دی تھی کہ یہ بندہ دل ہار چکا ہے دیکھ لو اب پیار کا اظہار بنا کسی جھجک کے کر دیا"۔ عفیفہ نے کہا "کیا خیال ہے آئمہ تم بھی تو کوئی ایسا ہی جیون ساتھی چاہتی تھی ناں کہ شادی کروں گی تو اس کے ساتھ جو بنا کسی جھجک کے مجھے جھٹ سے کہہ دے: "آئمہ کیا مجھ سے شادی کرو گی"۔ آئمہ نے کہا "ہاں کہتی تو میں بے شک ایسا ہی تھی، مگر میں عجب مخمصے میں پڑ گئی ہوں کہ میران شاہ اور ہماری فیملی میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ وہ ٹھہرا ایک جاگیر دار اور ہم شہری بے شک بابا نے کسی چیز کی کمی نہیں آنے دی، مگر ان وڈیروں جیسے ہم نہیں ہیں اور میں خالص گھریلو قسم کی عورت نہیں بن سکتی۔ میران شاہ کو دیکھ کر لگتا نہیں کہ وہ شادی کے بعد مجھے جاب بھی کرنے دے گا۔

زہرا نے کہا "تو پھر آئمہ" آئمہ نے کہا یار سوچنے تو دو اب نہ میں جانتی ہوں کہ یہ کون ہے کہاں رہتا ہے کیا کرتا ہے بس اتنا معلوم ہے کہ یہ طلحہ کا دوست ہے اور ایک جاگیر دار ہے "عفیفہ نے کہا تو طلحہ ہی سے پوچھ لیتے ہیں۔ آئمہ نے طلحہ کو بتا دیا کہ آپ کے دوست نے مجھے شادی کی پیش کش کی ہے طلحہ زیر لب مسکرایا اور کہا "آئمہ یہ بات میں پہلے سے ہی جانتا ہوں کہ میران شاہ تمھیں دیکھ کر اسی دن ہی اپنا دل ہار بیٹھا تھا

اسی لیے تو میں " اُس کے بے حد اصرار پر اس کی گاڑی لے کر آیا تھا اور ساتھ اسے بھی" یہ سن کر آئمہ کو کچھ حیرانی سی ہوئی طلحہ نے کہا کہ " آئمہ تم میری بہنوں جیسی ہی نہیں میری چھوٹی بہن ہو بندہ اچھا ہے اچھی طرح سوچ لو اس جیسا بندہ پھر نہیں ملے گا سیدھا سادھا سا ہے اور جاگیر دار ہے اور شہر میں بھی اس کی رہائش ہے یہاں اسلام آباد میں اس کا پراپرٹی کا بزنس ہے اسی سلسلے میں اکثر یہاں آتا جاتا ہے ضروری نہیں کہ تم شادی کے بعد اس کے گاؤں جاؤ اور تمھارے گھر والوں نے بھی تو تمھیں پسند سے شادی کرنے کی اجازت دی ہوئی ہے تو اپنے گھر والوں سے پوچھ کر دیکھ لو۔ آئمہ نے کہا کہ پوچھوں گی مگر ایک پرابلم ہے کہ یہ ہماری برادری کا نہیں ہے ہو سکتا ہے بڑے بھائی جان یا بابا جان انکار کر دیں" طلحہ نے کہا" کہ چلے گی تو تمھاری ہی مرضی ناں تو پوچھنے میں کیا ہرج ہے۔ بڑے بھائی جان ان دنوں اسلام آباد آئے ہوئے تھے۔

آئمہ نے گھر آتے ہی کہا "ویر جی آپ سے ایک بات کہنی ہے" انھوں نے کہاہاں کہو بیٹا آج مجھ سے میری گڑیا کو کیا بات کہنی ہے" آئمہ نے بلاجھجک میران شاہ کے بارے میں سب سچ سچ بتادیا کہ ہمارے آفس میں جو طلحہ ہے اس کا دوست ہے وہ مجھ سے شادی کرنا چاہتا ہے بڑے بھائی جان طلحہ کو تو جانتے تھے کہنے لگے کہ پہلے میں بابا جان سے پوچھ لوں پھر کوئی جواب دوں گا آئمہ بڑے بھائی عفان کی بہت لاڈلی تھی انھوں نے آئمہ کی کبھی کوئی بات نہیں ٹالی تھی بہت لاڈوں سے اسے رکھا تھا۔

اس دن کے بعد میران شاہ ہر دوسرے تیسرے دن کسی نہ کسی بہانے سے آئمہ کے آفس آجاتا اس سے ہر بار پوچھتا کیا سوچا ہے تم نے ابھی تک جواب نہیں دیا آئمہ نے کہا میران شاہ میں نے بات کی ہے بھائی سے انھوں نے ابھی تک کوئی جواب نہیں دیا وہ گاؤں چلے گئے ہیں داداجی کو دیکھنے ان کی طبیعت کچھ ناساز تھی وہ آجائیں پھر پوچھوں گی۔

عفیفہ کے والد آئمہ کے والد کے پرانے جاننے والے تھے عفیفہ کے والد مولوی صاحب تھے اور انھوں نے ہی آئمہ کی بڑی بہن کا نکاح پڑھایا تھا ایک دن آئمہ کا عفیفہ کے گھر جانا ہوا عفیفہ کے والد سے رشتوں کا ذکر ہوا تو مولوی صاحب نے پوچھا کہ عفیفہ بتارہی تھی کہ تمھارا کوئی رشتہ آیا ہوا ہے تو آئمہ نے میران شاہ کا ذکر کیا آئمہ کی طبیعت بھی کچھ ایسی تھی جو کہنا ہوتا تھا وہ سب صاف صاف کہہ دیتی تھی اس لیے بنا تردد اس نے میران شاہ کی بات مولوی صاحب کو بتادی۔

انھوں نے کہا بیٹا اب جب میران شاہ آئے تو مجھ سے ملوانا میں دیکھوں کہ لڑکا کیسا ہے پھر میں تمھارے بابا سے خود بات کرلوں گا کچھ دنوں بعد میران شاہ آفس آیا آئمہ عفیفہ طلحہ اور میران شاہ عفیفہ کے گھر جانے کے لیے نکل پڑے میران شاہ نے کہا طلحہ تم مجھے گائیڈ کرتے جاؤ ڈرائیو میں کروں گا۔

میران شاہ نے اپنی عادت کے مطابق ایکسیلیٹر پر پاؤں رکھ کے گاڑی تیز رفتاری سے سڑک پر دوڑادی۔ آئمہ نے ہنستے ہوئے کہا کیوں میران شاہ ہم سب کو مارنے کے ارادے سے نکلے ہیں کیا؟ میران شاہ نے مسکرا کر آئمہ کی

طرف دیکھا اور بنا کچھ کہے دائیں ہاتھ سے اسٹیرنگ ویل تھامے بائیں ہاتھ کی انگلیوں میں ادھ جلا سگریٹ دبائے گہرا کش لیا اور گاڑی کی اسپیڈ کم کر دی۔

....

عفیفہ کے گھر پہنچ کر عفیفہ اور آئمہ دوسرے روم میں چلی گئیں وہ اس بات سے لاعلم تھی کہ انکل، میران شاہ اور طلحہ کی آپس میں کیا بات ہوئی۔

کچھ دیر بعد عفیفہ کے والد صاحب آئے اور کہا آئمہ بیٹا لڑکا تو بہت اچھا ہے ایسا لڑکا تو قسمت والوں کو ملتا ہے میں خود بات کروں گا تمھارے بابا سے تم ان کاغذات پر سائن کر دو آئمہ نے کہا کہ نہیں میں ایسا نہیں کر سکتی انکل مجھے جب مرضی سے شادی کرنے کی اجازت دی ہے بابا جان اور عفان بھائی نے اور انھوں نے کہا ہے کہ بے شک اپنی مرضی سے کرنا پر ہمیں ضرور بتا دینا۔ انکل کے بے حد اصرار پر کہ لڑکا بہت اچھا ہے نکاح کرنے میں کیا جاتا ہے میں بعد میں تمھارے بابا سے خود ہی بات کر لوں گا اور آئمہ کو اس لمحے پتہ نہیں کیا ہوا بنا سوچے سمجھے نکاح نامے پر دستخط کر دیئے اور بنا نکاح نامہ لیے گھر آ گئی۔

اس دن کے بعد میران شاہ آئمہ کو جہاں بلاتا اُسے جانا پڑتا گھر میں کسی کو کچھ پتہ نہیں تھا روز آئمہ کہتی شاہ جی کہ پلیز آپ اپنے گھر والوں کو میرے گھر بھیجو میران شاہ کہتا کہ ہاں جلد بھیجوں گا اسی طرح آئمہ اور میران شاہ کے نکاح کو چار ماہ گزر گئے کسی کو کچھ پتہ نہ چلا چار ماہ کے بعد میران شاہ نے کہا آئمہ تم مجھ سے طلاق لے لو کیوں کہ میں نے تم سے شادی اپنا بدلہ لینے کے لیے کی تھی جو تم نے میری بے عزتی کی تھی کہ شکل تو اچھی نہیں اور تصویریں ساری بنا لیں"۔

آئمہ میران شاہ کی بات سن کر شاک میں آ گئی کہ میران شاہ کو وہ بات اب تک یاد تھی" اور میران شاہ نے صرف اس ایک بات کا مجھ سے بدلہ لیا ہے اسے یقین ہی نہیں آ رہا تھا کہ میران شاہ ایسا کر سکتا ہے آئمہ بہت روئی آئمہ نے

کہا شاہ جی میں نے وہ بات ایسے ہی کہہ دی تھی اور آپ نے دل پر لے لی میران شاہ نے کہا تم نے ایسے بات کی یا ویسے مگر میں وہ بات کبھی بھولا ہی نہیں تھا اور مجھے اپنی اسی بے عزتی کا تم سے بدلہ لینا تھا اور اسی لیے میں نے تم سے شادی کرنے کا یہ سارا پلان بنایا آئمہ روتی رہی اپنی اس بات کی معافی مانگتی رہی مگر میران شاہ نے آئمہ کی ایک بات نہیں سنی۔

آئمہ گھر آکر بھی ساری رات روتی رہی کہ یہ مجھ سے کیا ہو گیا ہے میں یہ کیا کر بیٹھی ہوں اب کیا ہو گا کیسے سامنا کروں گی سب کا وہ ساری رات روتی رہی اور روتے روتے اپنی ڈائری میں تحریر کیا۔

اس سے میران شاہ کی بے وفائی کا دکھ سہا نہیں جا رہا تھا یہ صدمہ اس قدر گہرا اور کرب انگیز تھا اسے ساری دنیا بے کیف اور بے رنگ نظر آنے لگی۔

وہ اپنی ہستی کو بے وقعتی کے گہرے کنوئیں میں گرتے ہوئے دیکھ رہی تھی۔

....

اگلے دن ایک میڈیکل اسٹور سے نیند کی گولیاں خریدیں اور میران شاہ کے دوست زین کے گھر پہنچ گئی جہاں میران شاہ اُسے اکثر لے جایا کرتا تھا زین شادی شدہ تھا اور زین کے تین بیٹے تھے زین کی بیوی ماہم آئمہ کی بہت اچھی دوست بن گئی تھی یہ بات زین کو معلوم تھی مگر ماہم اس بات سے لاعلم تھی کہ آئمہ اور میران شاہ نے اپنے گھر والوں کو بنا بتائے شادی کی ہے جب آئمہ زین کے گھر پہنچی ماہم نے دروازہ کھولا اور آئمہ سے گلے ملتے ہوئے کہا آئمہ قسم سے آج تمھاری بہت یاد آرہی تھی ماہم نے جب آئمہ کی آنکھوں کی طرف دیکھا تو پوچھا

آئمہ یہ تمھاری آنکھوں کو کیا ہوا روئی ہو کیا؟ تمھارا اور میران شاہ کا جھگڑا ہوا ہے کیا؟ وہ ماہم کے گلے لگ کر رونے لگی ماہم نے بمشکل آئمہ کو چپ کرایا اور آئمہ کو روم میں بٹھا کر پانی کا گلاس لے کر گئی ماہم نے کہا آئمہ تم تھوڑا ریلکس ہو جاؤ پھر بات کرتے ہیں میں جب تک تمھارے لیے گرما گرم چائے بنا کر لاتی ہوں۔

پھر کال کرکے پوچھتی ہوں میران شاہ سے اس نے تمھیں کیوں رُلایا؟ آئمہ نے کچھ نہیں کہا چپ ہوگئی اور ماہم کے کمرے سے جاتے ہی آئمہ نے میران شاہ کو کال کی مگر میران شاہ نے آئمہ کی کال اٹینڈ نہیں کی بار بار کال کرنے پر بھی جب میران شاہ نے آئمہ کی کال اٹینڈ نہیں کی تو آئمہ نے میران شاہ کو میسج کیا کہ شاہ جی میں زین کے گھر آئی ہوں پلیز آکر مجھ سے بات کریں میران شاہ نے کوئی جواب نہیں دیا تو آئمہ نے غصے میں آکر وہ نیند کی ساری گولیاں کھالیں جو وہ اپنے ساتھ لائی تھی۔

....

آئمہ کو کوئی ہوش نہیں تھا کہ وہ کہاں ہے اور اس کے ساتھ کیا ہوا جب اُسے ہوش آیا وہ اپنے ماموں جان کے ہسپتال میں تھی اُسے کچھ سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ یہاں کیسے پہنچی اُسے یہاں کون لایا وہ اسی شش و پنج میں تھی کہ اُس کے بڑے بھائی عفان بہت غصے میں روم میں داخل ہوئے اور آئمہ کو غصے سے دیکھتے ہوئے بولے کہ یہ تم نے کیا کیا ہماری عزت کی دھجیاں بکھیر دی ہیں یہ سارا ماجرا کیا ہے تم زین کے گھر کیسے پہنچی اور یہ زین کون ہے؟ اور یہ میران علی شاہ کیا بکواس کر رہا ہے کیا سچائی ہے مجھے اسی وقت سچ جاننا ہے۔

اتنے میں بھائی آگے بڑھ کر آئمہ کو تھپڑ رسید کرتے کہ ماموں جان آگئے اور کہا مہربانی کرکے عفان چپ ہو جاؤ۔ اور تھوڑا حوصلے سے کام لو بچی ہے غلطیاں بچوں سے ہی ہوتی ہیں۔

پیار سے پوچھو کہ کیا معاملہ ہے؟ مگر عفان بھائی بہت آگ بگولہ ہو رہے تھے کہنے لگے ماموں جان کیسے آرام سے بات کروں جگ ہنسائی ہو رہی ہے لوگ ہم پر تھو تھو کر رہے ہیں کیسے سب کا سامنا کروں میں کس کو کیا جواب دوں ایک انجان آدمی کے گھر سے اسے بے ہوشی کی حالت میں اٹھا کر لایا ہوں میرے اندر اور برداشت نہیں ہے۔

وہ بس روئے جا رہی تھی اسے کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا کہ وہ کیا کرے کیسے سب کچھ سچ بتادے اس کا ذہن تذبذب کا شکار تھا کہ وہ یہاں کیسے پہنچی؟

آئمہ کے چھوٹے ماموں اور عفان بھائی لاہور میں رہتے تھے۔ آئمہ کی ماں اور بابا ابھی تک نہیں پہنچے تھے آئمہ نے جو رات کو ڈائری لکھ کر گھر میں چھوڑی تھی وہ ان کے ہاتھ لگ چکی تھی آئمہ نے اس میں صاف لکھا تھا کہ بابا جان مجھ سے غلطی ہو گئی ہے ہو سکے تو مجھے معاف کر دیجیئے گا میں نے سب کو بنا بتائے میر میران علی شاہ سے نکاح کر لیا ہے۔

یہ بات جنگل میں آگ کی طرح ہر طرف پھیل گئی تھی کہ عفان کی بہن آئمہ کو ایک انجان آدمی کے گھر سے بے ہوشی میں اٹھا کر ہسپتال لایا گیا ہے اس نے خودکشی کی کوشش کی ہے ہر کوئی اپنے منہ باتیں بنا رہا تھا ماموں جان نے کہا عفان تم جاؤ اس وقت بچی ابھی مکمل ٹھیک نہیں ہے میں آئمہ سے خود بات کر لوں گا۔ بھائی نے کہا ماموں جان میں اسے مار ڈالوں گا یہ میرے صبر کی انتہا ہے کہ میں اسے یہاں آپ کے پاس اٹھا لایا ہوں۔

ماموں جان نے کہا بس عفان اب کوئی بات نہیں کرنا خبردار اب کوئی بات کی تو بچی ہے بچے ہی غلطیاں کرتے ہیں۔

بھائی نے کہا ماموں جان یہ غلطی نہیں ہے چھوٹی سی جسے بھلایا جا سکے آپ کو معلوم ہے کہ اس کمینے میران شاہ نے کیا کہا ہے میرے دوستوں سے؟ اس سے پہلے کہ بھائی کچھ اور کہتے ماموں نے انھیں چپ کروا دیا وہ بس زاروقطار روئے جا رہی تھی ماموں نے آئمہ سے پوچھا بیٹا یہ میر میران علی شاہ کون ہے اور یہ سارا ماجرا کیا ہے مجھے بتاؤ پلیز ---

آئمہ نے سب سچ بتا دیا میران شاہ کا نمبر بھی دیا ماموں نے کہا کہ ابھی کال کرو اُسے اور اُسے یہاں بلاؤ میں اس سے بات کرنا چاہتا ہوں آئمہ دو دن ہسپتال میں رہی پھر ٹھیک ہو کر ماموں کے گھر آ گئی۔

آئمہ نے میران شاہ کو کال کی اور کہا پلیز شاہ جی مجھے لینے آ جایئے میں نے ماموں جان کو سب سچ بتا دیا ہے انھوں نے آپ کو بلایا ہے۔

میران شاہ نے کہا آئمہ دیکھو مجھے تم میں کوئی دلچسپی نہیں ہے اور میں نے یہ نکاح کیوں کیا تھا تمھیں بتا چکا ہوں میرا بدلہ پورا ہو ا سو میں نہیں آ سکتا۔

اور پلیز آئندہ مجھے فون مت کرنا آئمہ نے بہت بار کال کی مگر میران شاہ نہیں آیا ماموں جان نے خود کال کی میران شاہ کو اور کہا کہ آپ آؤ اور سامنے بیٹھ کر بات کرو اگر آپ نے اور آئمہ نے شادی کی ہے تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے آؤ اور آکر چار لوگوں کے سامنے اسے عزت سے بیاہ کر لے جاؤ ماموں کے بہت سمجھانے پر میران شاہ آگیا اور اس بات پر بھی آمادہ ہو گیا کہ میں نکاح نامہ لے کر آتا ہوں اور آئمہ کو لے جاتا ہوں آئمہ کو جب اس بات کا پتہ چلا آئمہ بہت خوش ہوئی کہ چلو جو بھی ہوا اب میں میران شاہ کے ساتھ عزت کے ساتھ رخصت ہو کر جا سکوں گی میران شاہ ماموں اور بھائی سے یہ کہہ کر کہ میں نکاح نامہ لے کر آتا ہوں مگر واپس نہیں آیا سب انتظار کرتے رہے کہ شاید ہماری بچی کچھی عزت رہ جائے گی پر ایسا نہیں ہوا میران شاہ واپس نہیں آیا ماموں نے بہت کوشش کی پر سب بے سود ثابت ہوئی بابا جان نے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ آج سے آئمہ میرے لیے مر گئی۔

....

آئمہ ہر پل یہی سوچتی کہ وہ کسی طرح اپنی جان دے دے مگر کوئی نہ کوئی ہر لمحہ اس کے ساتھ ہوتا وہ چاہتے ہوئے بھی دوبارہ کوشش نہیں کر پا رہی تھی کہ وہ کرے تو کیا کرے چھوٹی ممانی آلینہ بہت اچھی طبیعت کی مالک تھی۔

آئمہ کو سمجھاتی رہتی کہ مرنے کی بے وقوفی دوبارہ سے نہیں کرنا آئمہ اللہ تمھارے ساتھ ہے ہم سب تمھارے ساتھ ہے بس تھوڑا ہمت سے کام لو اللہ سب بہتر کر دے گا آئمہ کو چھوٹی ممانی کی باتوں سے کچھ ڈھارس بندھتی پر جب بھی سب سے چھپ کر میران شاہ کو کال کر کے آنے کو کہتی میران شاہ پہلے تو منع کر دیتے آئمہ کے بے تحاشہ رونے پر مان جاتے کہ ہاں آئمہ میں جلد آؤں گا مجھے بس ٹائم نہیں مل رہا کہ میں جا کر مولوی صاحب سے نکاح نامہ لے آؤں آئمہ پھر سے خوش ہو جاتی کہ میران شاہ آئے گا اور مجھے عزت سے اپنے ساتھ لے جائے گا لوگوں کے طعنے بند ہو جائیں گے ایک ہفتہ گزر گیا ماتم زدہ ماحول میں سارا گھر ہی تھا ہر طرف ایسے خاموشی طاری تھی جیسے ابھی کوئی میت اٹھی ہو۔ آئمہ کی دودھ جیسی رنگت ایک دم پھیکی پڑ گئی تھی۔

بڑے بھائی نے امی کو آئمہ سے ملنے سے منع کر دیا کہ جب تک بات ایک طرف نہیں ہو جاتی آپ کسی صورت آئمہ سے ملنے نہیں آئیں گی۔

ماں کا دن بہ دن برا حال ہو رہا تھا نہ جانے میری بچی کس حال میں ہو گی اور آئمہ سے بہت پیار کرنے والے بابا اندر سے بری طرح ٹوٹ چکے تھے انھیں چپ سی لگ گئی تھی کسی کو کچھ نہ کہتے دیر تک باہر دالان میں ٹہلتے رہتے آئمہ سے چھوٹی بہن رومیشہ کی بھی بری حالت تھی وہ بری طرح سے ڈری ہوئی تھی کہ نہیں معلوم آئمہ آپی کو بڑے بھائی مار نہ ڈالیں سب اپنی اپنی جگہ ڈرے اور سہمے ہوئے تھے کہ نہیں معلوم اب آگے کیا ہو گا پر آئمہ کو اپنے رب پر یقین تھا کہ میران شاہ اسے لے جائے گا اور اسے عزت کی زندگی نصیب ہو گی ایک ہفتہ بیت چکا تھا مگر میران شاہ کا کوئی اتا پتا نہیں تھا جب ایک ہفتہ تک میران شاہ نہیں آیا تو بڑے بھیا آئمہ کو غصے سے اپنے گھر لے گئے اور کہا اب میں میران شاہ کو خود دیکھ لوں گا مگر ماموں نے سختی سے کہا کہ عفان خبر دار اگر آئمہ پر ہاتھ بھی اٹھایا تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا ماموں جان سے بڑے بھیا تھوڑے ڈرتے تھے اس لیے چپ ہو گئے اور آئمہ سے کچھ نہیں کہا۔

آئمہ کی بڑی بھابھی وردا عفان کی بیوی انھوں نے ہی آئمہ کو بچپن سے پالا تھا جب آئمہ چوتھی کلاس میں تھی تب آئمہ کے بڑے بھائی عفان کی شادی ہوئی تھی وردہ بھابھی آئمہ کی پھوپھو کی بیٹی تھی عفان اور وردہ کی پسند سے شادی ہوئی تھی وردہ بہت اچھی اور ملنسار خاتون تھی سب کا بہت خیال رکھتی تھی آئمہ کو تو جیسے ماں اور اچھی دوست مل گئی تھی آئمہ اپنی ماں اور بہنوں کے کم قریب رہی بلکہ شروع سے ہی وہ وردہ بھابھی کے بہت قریب رہی تھی بھابھی کے گلے لگتے ہی آئمہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی بھابھی کی آنکھیں بھی بھر آئیں آئمہ کو گلے سے لگاتے ہوئے بولی آئمہ میری بچی نہ رو میں عفان کو سمجھاؤں گی تم فکر مت کرو میں تم سے وعدہ کرتی ہوں کہ میں عفان کے غصے کو کنٹرول کر لوں گی بمشکل آئمہ کو چپ کرایا اور اندر روم میں لے جا کر بٹھایا اور کہنے لگی آئمہ مجھے پوری بات بتاؤ تا کہ میں عفان سے کوئی ٹھوس بات کر سکوں آئمہ نے ساری بات وردہ بھابھی کو بتا دی وردہ بھابھی نے کہا کوئی بات نہیں اب جو ہونا تھا ہو گیا اب پریشان مت ہوں میں عفان سے کہتی ہوں وہ مولوی صاحب سے جا کر خود ملیں آخر ہیں تو

باباجان کے دوست ہی وہ نکاح نامہ میں عفان سے کہہ کر منگوالیتی ہوں پھر دیکھتے ہیں میران شاہ تمھیں لینے کیسے نہیں آتاوردہ بھابھی نے عفان بھائی سے بات کی تو بھائی بھڑک اٹھے کہنے لگے وردہ تم اس بات کو کیوں نہیں سمجھتی یہ گڑیا گڈے کا کھیل نہیں ہے آئمہ آگ سے کھیل آئی ہے وہ ایک نمبر کا کمینہ اور عیاش آدمی ہے اس نے بس آئمہ کے ساتھ کھیل کھیلا ہے اور یہ پاگل بنے جارہی ہے اسے اب بھی یہ لگتا ہے کہ وہ اسے لینے آئے گا۔ تمھیں یہ بات نہیں سمجھ آرہی کیا کہ جب آئمہ نے خودکشی کی کوشش پنڈی میں میران شاہ کے دوست زین کے گھر کی تو اسلام آباد زیادہ قریب ہے یالاہور اسے بابا کو فون کرنا چاہیے تھایا اُسے میرے دوستوں کو یہاں لاہور میں اطلاع دینی چاہیے تھی کہ عفان کی بہن پنڈی میں مررہی ہے اسے آکر بچالو اور عفان کو بتادو اس نے سب کچھ سوچ سمجھ کر کیا ہے میں نے سب پتاکروالیا ہے چپ کر کے تو نہیں بیٹھا ہوا اسی بھاگ دوڑ میں لگا ہوا ہوں کہ ہماری کچھ تو عزت بچ جائے اور سچائی سب کے سامنے آجائے اور اسی لیے تو اسے گھر لے آیا ہوں تاکہ تم اسے سمجھا سکو الٹا تم بھی اسی کی طرف داری کررہی ہو وردہ مجھے تم سے یہ امید ہرگز نہیں تھی۔ تم بھی اس کے ساتھ بچی بن گئی ہو، خاک میرا ساتھ دو گی۔

وردہ عفان کی باتیں سن کر پریشان ہو گئی کہ یااللہ اب آگے کیا ہوگا اب میں کیسے آئمہ کی زندگی میں خوشیاں لاسکوں گی میں تو آئمہ سے وعدہ کر بیٹھی ہوں عفان نے کہا وردہ تم تو رہنے ہی دو میں خود بات کر کے سمجھاتا ہوں سمجھ گئی تو ٹھیک ہو ورنہ مجھے آئمہ کا دماغ ٹھکانے لگانا آتا ہے۔

ویسے بھی اس لڑکی نے ہماری عزت خاک میں ملادی ہے وردہ نے کہا عفان پلیز بچی ہے ذرا دھیرج رکھنا عفان نے کہا تمھیں پیاری ہے تو کیا مجھے پیاری نہیں وہ میری لاڈلی بہن ہے کیا تمھیں نہیں پتہ کہ میں نے اس کی ہر خواہش پوری کی ہے کبھی اس کی آنکھوں میں آنسو نہیں آنے دیے۔ یہ کہتے ہوئے عفان رودیا اور کہا وردہ تم کیا جانو کس اذیت سے میں گزر رہا ہوں جس بہن کو میں نے لاڈوں سے پالا ہے آج اس کی یہ حالت ہے میں اسے روتا دیکھ نہیں پارہا ہوں میں اس کی زندگی میں خوشیاں لاناچاہتا ہوں پر کیسے لاؤں بے بس ہو گیا ہوں۔

جب آئمہ نے میران شاہ کی بات مجھ سے کی تھی میں نے جب ہی سب معلوم کروالیا تھا کہ وہ کیسا شخص ہے مگر میری قسمت خراب تھی داداجان کی طبیعت بھی اسی وقت بگڑ گئی اور وہ ہاسپٹلائز ہو گئے میں ان کی طبیعت کی وجہ سے پریشان ہو گیا اسی وجہ سے آئمہ سے دوبارہ بات ہی نہ ہو سکی نہ میں اسلام آباد جاسکا اور نہ فون پر رابطہ ہو سکا سوچا جا کر اس گھٹیا آدمی کے بارے میں بتادوں گا اسے اپنی آنکھیں کھولنا ہی پڑیں گی وہ کس پر بھروسہ کرکے اپنی زندگی داؤ پر لگا بیٹھی ہے۔

جب عفان نے میران شاہ کی ساری سچائی بتائی تو آئمہ کو لگا جیسے اس کے پاؤں کے نیچے سے زمین سرک گئی ہو اسے یقین ہی نہیں تھا کہ میران شاہ اتنا گر سکتا ہے اس کا دل چاہا زمین پھٹ جائے اور وہ اس میں غرق ہو جائے وردہ بے حد پریشان تھی کہ ایسا کیا کہا ہے میران شاہ نے جو آج عفان اتنے غصے میں ہیں اور آئمہ پر اتنا آگ بگولہ ہو رہے ہیں جب وردہ کو پوری بات پتہ چلی وردہ کے ہوش اُڑ گئے لمحہ بھر میں وردہ کے چہرے پر سے بہت کچھ گزر گیا اور وہ بولی اف خدایا اب کیا ہو گا؟

میران شاہ نے کہا تھا کہ میرا کوئی نکاح ہی نہیں ہوا آئمہ جھوٹ بول رہی ہے۔ وردہ کو کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا کہ وہ اب آئمہ کو کیسے سنبھالے عفان آئمہ سے بات کر کے کمرے سے جاچکا تھا۔

....

آئمہ پاگلوں کی طرح روئے جا رہی تھی وردہ بھابھی اسے چپ کروانے میں لگی ہوئی تھی آئمہ نے کہا بھابھی میران شاہ ایسا کیسے کہہ سکتا ہے میں قسم کھاتی ہوں کہ میرا اُن کے ساتھ نکاح ہوا ہے وردہ بھابھی نے کہا آئمہ نہ رو میری بچی اللہ پر بھروسہ رکھ سب اچھا ہو جائے گا صبر سے کام لے آئمہ نے کہا بھابھی اتنا صبر کہاں سے لاؤں۔ میں تو سب کی بدنامی کا سبب بن گئی ہوں۔ میں نے سوچا بھی نہ تھا کہ کبھی ایسا کروں گی۔ وردہ نے اسے چپ کروانے کی بہت کوشش کی مگر لگتا تھا وہ آج رو رو کر پاگل ہو جائے گی آئمہ رب سے بس ایک ہی دعا مانگ رہی تھی کہ وہ مر کیوں نہیں گئی وہ زندہ کیوں بچ گئی یا اللہ مجھے تو موت دے دے۔

....

اگلے دن آئمہ کی بڑی بہن مائلہ کے شوہر عماد آئمہ کو دیکھنے آ گئے۔ انہیں ماں نے بھیجا تھا کہ جاؤ دیکھ کر آؤ میری بچی کس حال میں ہے سب ہی عفان بھائی کے غصے سے واقف تھے مگر ماں کے بے حد اصرار پر عماد بھائی آئمہ کو دیکھنے آ گئے ماں تھی ماں کو کیسے چین آتا فون پر بات کر کے بھی تسلی نہیں ہوتی تھی اس لیے ماں نے آئمہ کو دیکھنے عماد بھائی کو بھیج دیا۔ عماد بھائی آئے آئمہ کو دیکھا اور کہا ماں کا رو رو برا حال ہے کچھ کھاتی ہیں نہ پیتی ہیں بابا کو بھی چپ لگ گئی ہے مائلہ بھی بہت روتی ہے سب تمھارے لیے پریشان ہیں اور رومیشہ کا تو پوچھو ہی مت کہ اس نے اپنا کیا حال کر لیا ہے اور تم نے یہ کیا کر دیا ہے پاگل لڑکی سب کو کس پریشانی میں ڈال دیا ہے آئمہ پہلے ہی بہت پریشان تھی سب کا سن کر مزید پریشان ہو گئی اور رونے لگی اُس نے بہت ضد کی کہ مجھے اپنے ساتھ لے کر چلیے پر عماد بھائی نہیں مانے کہ عفان بھائی ابھی گھر پر نہیں ہیں انھیں بنا بتائے میں تمھیں کیسے لے جاؤں پر آئمہ نہیں مانی بھابھی کی سنی نہ عماد بھائی کی بس ضد ہی پکڑ لی کہ مجھے جانا ہے آئمہ بلک بلک کر رو رہی تھی عماد بھائی اور وردہ بھابھی سے آئمہ کی یہ حالت دیکھی نہیں جا رہی تھی بھابھی نے عماد بھائی سے کہہ دیا عماد بھائی پلیز اسے لے جاؤ میں عفان کو سنبھال لوں گی عماد بھائی عفان بھائی سے ملے بنا آئمہ کو اپنے ساتھ اسلام آباد لے آئے عفان جب گھر آئے تو آئمہ گھر میں نہیں تھی وردہ سے پوچھا کہ آئمہ کہاں ہے وردہ نے کہا کہ بہت رو رہی تھی میں نے اُسے عماد بھائی کے ساتھ بھیج دیا ہے عفان بھائی کا

غصہ انتہا کو پہنچ گیا کہ جب میں نے سب کو منع کیا تھا تو یہاں کیوں آئے میں کون سا اسے مار ڈالتا یہاں آکر عماد نے اچھا نہیں کیا اور آئمہ کو لے جا کر بہت بڑی غلطی کر دی ہے جب سب نے اپنی من مان ہی کرنی ہے تو کریں اور یہ مسئلہ بھی خود ہی حل کرلیں اس معاملے میں اب میں نہیں پڑوں گا۔ میں تو میران شاہ کا دماغ ٹھکانے لگانے کا بندوبست کر ہی رہا تھا مگر عماد نے یہاں آکر سب کیے کرائے پر پانی پھر دیا اور عفان بھائی نے کہہ دیا آج سے آئمہ میرے لیے مر گئی ہے اب میں زندگی بھر اس کی شکل نہیں دیکھوں گا۔ اس نے ہماری عزت سر عام نیلام کر دی ہے۔

....

آئمہ کو لے کر جب عماد بھائی گھر پہنچے تو بابا جان نے اپنے سامنے آنے کے لیے منع کر دیا کہ میں اس کی شکل نہیں دیکھنا چاہتا۔ ماں، رومیشہ، مائلہ اور آئمہ سے چھوٹا بھائی حاشر سب نے بہت کوشش کی کہ بابا جان مان جائیں اور اسے معاف کر کے گلے سے لگالیں مگر بابا نے انکار دیا اور پھر عفان بھائی کا فون بھی آچکا تھا کہ آج سے میرے لیے آئمہ مر گئی ہے اس بات کو لے کر بھی سب پریشان تھے۔

ماں بہت پریشان تھی بابا اور عفان بھائی نے آئمہ کو اپنانے سے انکار کر دیا تھا ماں نے پریشان ہو کر بڑے ماموں جان کو گوجرانوالہ فون کر دیا بڑے ماموں جان ماں کی روتی ہوئی آواز سن کر فوراً چلے آئے کہ بھائی صاحب ایسے آئمہ سے کیسے منہ موڑ سکتے ہیں بڑے ماموں جان کے کانوں میں آئمہ کے ساتھ جو کچھ ہوا وہ بات پہلے ہی پہنچ چکی تھی اس لیے آتے ہی مولوی صاحب کو بلوالیا کہ ہمیں ابھی نکاح نامہ چاہیے مولوی صاحب نے بابا، ماموں سب کے سامنے انکار کر دیا کہ اُس نے آئمہ اور میران شاہ کا نکاح ہی نہیں پڑھایا یہ میران شاہ کون ہے۔ وہ اس بات سے بالکل بے خبر بن گئے آئمہ روئے جارہی تھی اور قسمیں کھا رہی تھی کہ میرا اور میران شاہ کا نکاح مولوی صاحب نے ہی پڑھایا تھا اللہ گواہ ہے اس بات کا مولوی صاحب مکر رہے ہیں پر مولوی صاحب کی بات سن کر سب سکتے میں آگئے کسی کی سمجھ میں کچھ نہیں آرہا تھا کہ میران شاہ سچ کہہ رہا ہے یا آئمہ اور اب آگے کیا کیا جائے۔ بڑے ماموں جان نے کہا کہ آئمہ کو

سب جانتے ہیں کسی سے کبھی جھوٹ نہیں کہتی جو بات کہنا ہو سب کے سامنے کہنے کی ہمت رکھتی ہے وہ پھر اتنی بڑی بات جھوٹ کیسے بولے گی بھائی صاحب آپ کو بھی کیا ہو گیا ہے اپنی ہی تربیت پر آج شک کر بیٹھے ہو؟

مگر بابا جان نے کہا کہ میری سمجھ میں کچھ نہیں آرہا اسے میری نظروں سے دور لے جاؤ، اسی میں سب کی بہتری ہے۔ ماموں جان نے بہت کوشش کی کہ بابا آئمہ کو معاف کر دیں پر بابا نہیں مانے بڑے ماموں جان نے کہا کوئی یقین کرے ناں کرے مجھے پورا بھروسہ ہے وہ جھوٹ نہیں کہہ رہی اس کے آنسو سب گواہی دے رہے ہیں کہ آئمہ سچ کہہ رہی ہے پر بابا نہیں مانے مولوی صاحب کے جھوٹ سے سب کچھ ختم ہو گیا تھا۔ آئمہ کو سب کے سامنے جھوٹا بنا دیا تھا بڑے ماموں جان روتی ہوئی آئمہ کو اپنے ساتھ گوجرانوالہ لے آئے اور ساتھ میں امی نے رومیشہ کو بھی بھیج دیا کہ نہیں معلوم اب آئمہ کا غصہ بابا رومیشہ پر ہی نہ نکال دیں۔

بڑی ممانی جان اور ان کی بڑی بیٹی میشا اور بڑے بیٹے سارب نے آئمہ کا جینا دوبھر کر دیا آئمہ کو دن رات ان کے طعنے سننے کو ملتے آئمہ دن رات روتی رہتی۔

رات لمبی تھی جدائی کی، بڑی تنہائی تھی

شب کی تاریکی میں بہتے ہی رہے آنسو مرے

رات کالی، تیری یادیں اور مری رسوائی تھی

جھک گئیں پلکیں مری، آنسو مگر بہتے رہے

سارب آئمہ کو بچپن ہی سے پسند کرتا تھا آئمہ کے نانا جان کی بھی یہی خواہش تھی کہ آئمہ اور سارب کی شادی ہو جائے پر آئمہ کی تیز طبیعت، وہ کسی کو کچھ بھی کہہ دیتی تھی اسے سچ بولنے کی کچھ زیادہ ہی بیماری تھی بڑے چھوٹے کے لحاظ سے وہ خوب واقف تھی پر سچ بولنے سے باز نہیں آتی تھی مگر آج آئمہ خود سب کی نظروں میں جھوٹی ثابت

ہو گئی تھی آئمہ کی ماں نے یہ بات دل سے نکال دی تھی کیوں کہ وہ جانتی تھی کہ بڑی بھابھی غصے کی تیز ہیں اور آئمہ بھی کم نہیں ہے گزارا کیسے ہو گا بلاوجہ بدمزگیاں ہی پیدا ہوں گی اس لیے انھوں نے اپنے والد صاحب کو انکار کر دیا تھا سارب نے ایک بار آئمہ سے پوچھا بھی تھا کہ ہمارے بڑے کیا چاہتے ہیں تمھیں اس بات کی کچھ خبر بھی ہے یا نہیں آئمہ نے کہا بڑوں کو چھوڑو سارب آپ اپنی بات کیجیے سارب نے کہا آئمہ میں بھی یہی چاہتا ہوں مگر آئمہ نے کہا سارب مجھے معاف ہی کر دو تو اچھا ہے مجھے نہیں کوئی شوق آپ سے شادی وادی کا اور آپ بھی یہ خیال اپنے دل سے نکال ہی دیجیے تو اچھا ہے سارب کو وہ بات اب تک یاد تھی اسی لیے وہ آئمہ کو ذلیل کرنے کا کوئی بھی موقع نہیں چھوڑتا تھا کچھ نہ کچھ کہہ کر رُلا ہی دیتا۔ بڑے ماموں جان کے سامنے آئمہ سے سب اچھے اخلاق سے پیش آتے بڑے ماموں جان کے غصے سے بھی سب واقف تھے پورے خاندان میں ماموں جان کے بعد وہ غصہ بڑے بھیا میں آیا تھا اس لیے آئمہ کو کچھ نہ کہتے تھے مگر بعد میں کوئی کسر نہ چھوڑتے تھے ساتھ ساتھ وہ آٹھویں کلاس میں پڑھتی رومیشہ کو بھی سنا دیتے کہ تم بھی اپنی ہی بہن کے نقشِ قدم پر چلنا رومیشہ بڑا اچھا کام انجام دیا ہے آئمہ نے سر فخر سے بلند کر دیا ہے سب کا اور سونے پر سہاگہ میڈم چلی آئی ہمارے ہی گھر رہنے آئمہ اور رومیشہ دونوں ایک دوسرے کے گلے لگ کے بہت روتیں بڑے ماموں جان کی چھوٹی بیٹی ایمان بہت اچھی تھی میشا اور سارب کے بالکل برعکس وہ ان دونوں کا بہت خیال رکھتی سارا دن آپی آپی کہہ کر اس کے گرد گھومتی زبردستی آئمہ کو کھانا کھلاتی آئمہ کے بہت رونے پر سب سے چوری چھپے میران شاہ سے بات بھی کروا دیتی۔

آئمہ میران شاہ سے اب بھی کہتی پلیز شاہ جی آجایئے سب کو بتا دیجیے میرا آپ سے نکاح ہوا ہے میران شاہ کہتا ہاں آئمہ میں آؤں گا ضرور تمھیں لینے کے لیے تم رویا مت کرو اپنا خیال رکھا کرو آئمہ کو پھر سے ایک نئی امید بندھ جاتی کہ میران شاہ سچ میں آئے گا اور اسے عزت سے اپنے ہمراہ لے جائے گا۔ بڑے ماموں جان بھی کوشش میں تھے کہ کسی طرح میران شاہ سے نکاح نامہ لیا جائے بڑے ماموں جان کو پورا یقین تھا کہ آئمہ جھوٹ نہیں کہہ رہی ہے بڑے ماموں جان نے اپنے ایک دوست وکیل کی مدد لی انھوں نے کہا کہ آپ اسے کسی طریقے سے بلا لو پھر بیٹھ

کر بات کرتے ہیں پھر آگے سوچتے ہیں کہ کیا کرنا ہے بڑے ماموں جان نے میران شاہ سے بات کی اور کہا کہ بیٹا آپ نکاح کے کاغذ لے آؤ بھائی صاحب نہ بھی رخصت کریں تو آئمہ کو میں اپنے گھر سے ہر چیز جہیز میں دے کر اسے عزت سے رخصت کر دوں گا میران شاہ ماموں جان کی بات مان گئے اور کہا کہ ٹھیک ہے میں اگلے ہفتے آؤں گا جس دن میران شاہ نے آنا تھا اس دن آئمہ بہت خوش تھی کہ آج وہ میران شاہ کے ساتھ چلی جائے گی جب میران شاہ نے کال کی کہ میں گوجرانوالہ آگیا ہوں ماموں جان کے دوست وکیل نے آئمہ سے کہا کہ اس سے پوچھو کہ وہ کہاں ہے کس جگہ ہے آئمہ نے میران شاہ سے پوچھا کہ آپ کہاں ہیں۔

اس نے بتایا کہ میں فلاں جگہ کھڑا ہوں آپ یہاں آجاؤ آپ کو لینے میں گھر نہیں آؤں گا ماموں جان کے دوست وکیل ایڈوکیٹ افضل خان نے فون آئمہ کے ہاتھ سے لے کر نیچے رکھ دیا ماموں جان نے کہا کہ ٹھیک ہے اس سے ملنے چلتے ہیں۔

ایڈوکیٹ افضل خان نے کہا ابھی صبر کرو ر کو کچھ دیر میں فون کر لوں کچھ دیر کے بعد میران شاہ کی کال آگئی اور آئمہ کو غصے میں کہنے لگا آئمہ تم سب نے مجھے بے وقوف سمجھا ہوا تھا کیا؟ تم نہیں آئیں پولیس آئی تھی مجھے یہاں ڈھونڈتے ہوئے پر اچھا ہوا کہ میں نے جو تمھیں ایڈریس دیا اس پر میں تھا ہی نہیں میں اس کے سامنے والے بنگلے میں تھا وہاں میں نے اپنے ایک دوست کو کھڑا کیا تھا اب جو کرنا ہو کر لینا۔ لے کر تو میں تم کو ویسے بھی نہیں جاؤں گا۔

آئمہ بہت روئی چلائی کہ مجھے نہیں معلوم کہ یہ سب کیوں ہوا کس نے پولیس بھیجی ماموں نے افضل خان سے کہا مجھ سے پوچھے بنا آپ نے پولیس کیوں بھیجی ایڈوکیٹ افضل خان نے کہا کہ میران شاہ نے اتنا کچھ کیا وہ معافی کے لائق نہیں ہے کیوں آپ اپنی بھانجی کو خود آگ میں دھکیل رہے ہو ماموں جان نے کہا میں کچھ نہیں جانتا مجھ سے آئمہ کی یہ حالت نہیں دیکھی جاتی بعد میں پتہ چلا کہ یہ سب پلان سارب کا تھا سارب نے ایڈوکیٹ افضل خان کو ایسا کرنے کو کہا تھا۔

....

میران شاہ واپس جا چکا تھا۔ آئمہ کا بھروسہ سب پر سے اٹھ چکا تھا وہ بری طرح ٹوٹ چکی تھی اب اس نے کھانا پینا بھی چھوڑ دیا جس کے سبب وہ بہت کمزور ہو گئی تھی سارا دن روتی رہتی اور اللہ سے دعائیں مانگتی کہ اللہ تعالیٰ میران شاہ کے دل میں نرمی پیدا کر دے وہ بس واپس آجائے۔

اس کے پاس ہی تو میری بے گناہی کا ثبوت ہے۔ اسے امید تھی کہ میران شاہ ایک دن ضرور آئے گا اور اللہ اس کی ضرور سن لے گا پر کچھ دن گزرے میران شاہ تو نہیں آیا۔

آئمہ کو طلاق نامہ ملا آئمہ نے وہ پڑھا اور کہا یہ میران شاہ کے دستخط نہیں ہیں میں میران شاہ کے دستخط پہچانتی ہوں۔

اس لیے میں یہ بات نہیں مانوں گی خود میران شاہ جب تک مجھے اپنے منہ سے نہیں کہتے میں یہ بات تسلیم نہیں کروں گی اور جب میران شاہ نے یہ کہا ہے کہ میرا آئمہ سے نکاح ہی نہیں ہوا تو یہ طلاق نامہ کس لیے۔ دن گزرتے رہے دن بہ دن آئمہ کمزور ہوتی چلی گئی پر آئمہ نے پھر بھی امید نہیں ہاری اسے یقین تھا کہ اس کا رشتہ سچا ہے میران شاہ کے ساتھ وہ ایک دن ضرور اس رشتے کو نام دے گا آئمہ بالکل پاگل ہو چکی تھی۔۔

میری مسکراہٹ بھی ہوئی ہے خواب سی جیسے

مرا کاجل بھی اشکوں میں بہا جیسے

جھڑی ساون کی ہو جیسے

دعا وہ وقت بھی آیا ہے اب مجھ پر

لہو چھلکا ہے آنکھوں سے

لہو رویا ہے اب میں نے

ادھر ماں کا رو رو کر برا حال تھا تین ماہ گزر گئے اس دوران ماں نے کسی طرح بابا کو منا ہی لیا اُن سے آئمہ کی حالت کا سن کر رہا نہیں گیا وہ اسے لینے چلے آئے آئمہ کو گلے لگاتے ہی بچوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رو دیے اور کہا" آئمہ بیٹا میرے ساتھ گھر چلو میں تمھیں لینے آیا ہوں میں نے تمھاری غلطی معاف کی آئمہ بابا کے گلے لگ کر بہت روئی رومیشہ اور آئمہ بابا کے ساتھ گھر آ گئیں ماں بھی آئمہ کو گلے لگا کر بہت روئی بابا نے آئمہ کی بہت ڈھارس بندھائی اور کہا آج کے بعد اس گھر میں کوئی بھی میران شاہ کا نام نہیں لے گا اسے ایک ڈراؤنا خواب سمجھ کر بھول جاؤ۔

اس کی زندگی طوفان کے بعد پُر سکون ہو جانے والے سمندر کی طرح ہو گئی تھی جس میں اب کوئی ارتعاش پیدا نہیں ہو سکتا تھا۔

بابا نے کہا بیٹا پھر سے نئے سرے سے اپنی زندگی شروع کرو اُس نے سوچ لیا کہ اب کبھی بھی وہ کسی سے شادی نہیں کرے گی اُسے شادی کے نام سے ہی نفرت ہو گئی وہ روز رات کو چپکے چپکے روتی کہ بابا یا ماں اس کی آنکھوں میں آنسو نہ دیکھ لیں۔

وہ جو بچھڑا آنسوؤں سے دردِ دل دھوتی رہی

ٹوٹتے اعصاب سے اب جانے کب چھوٹے گی جاں

آنسوؤں کے گرم قطرے جیسے انگارے دعا

گو بظاہر ہنس رہی تھی دل سے میں روتی رہی

وقت گزرتا رہا اُس نے خود کو سنبھال لیا بابا نے ایک دو رشتوں کا ذکر کیا اُس نے صاف انکار کر دیا کہ نہیں بابا اب میں شادی نہیں کروں گی آپ کے ساتھ ہی رہوں گی پر بابا نہیں مانے۔ کہنے لگے بیٹا میں کب تک زندہ رہوں گا میری بچی اپنی زندگی مت برباد کرو میرے بعد تمھارا کون خیال رکھے گا۔

رشتے کی بات کسی طرح میران شاہ کو پتا چل گئی کہ آئمہ کے لیے کوئی رشتہ آیا ہے آئمہ شکل وصورت کی اچھی تھی لڑکے کو سب بات معلوم تھی اس کے باوجود وہ آئمہ سے شادی کرنے پر راضی تھا پر وہ نہیں مان رہی تھی کہ کیسے میں یہ سب بھول کر اپنی زندگی پھر سے شروع کرلوں اور پھر میرا نکاح میران شاہ کے ساتھ ہو چکا ہے اُس نے خاموشی اختیار کرلی وہ بہت چپ چپ رہنے لگی تھی۔

....

کچھ دنوں بعد میران شاہ آئمہ کی بڑی بہن مائلہ کے گھر پہنچ گیا بہت رویا اور کہنے لگا پلیز مجھے ایک بار آئمہ سے ملوا دو میں اس کے پیروں میں گر کر معافی مانگنا چاہتا ہوں میں اسے سچ میں پیار کرنے لگا ہوں میں اپنے کیے کی معافی مانگنا چاہتا ہوں وہ طلاق نامہ بھی میں نے ہی بھیجا تھا پر اس پر میرے سائن نہیں تھے میرے دوست کے سائن تھے۔

میران شاہ کی باتوں پر مائلہ کا دل پسیج گیا اس نے سوچا میران شاہ جب اپنی غلطی مان رہا ہے اور نکاح نامہ بھی دے رہا ہے میں بابا سے خود بات کرتی ہوں مائلہ نے جب آئمہ کو یہ بتایا کہ آئمہ میران شاہ میرے گھر آیا تھا اور اس نے یہ کہا ہے تو آئمہ کو مائلہ پر بہت غصہ آیا۔ اور کہا آپی آپ ایسے کیسے اُس شخص کو معاف کر سکتی ہیں میری اس حالت کا ذمہ دار وہ ہی ہے ہم سب کی بدنامی اس کی وجہ سے ہوئی ہے اور وہ بھی میری بے وقوفی کی وجہ سے۔ اب میں کسی صورت اس شخص سے نہیں مل سکتی میں نے بابا سے وعدہ کیا ہے میں اب ان کو اور دکھ نہیں دینا چاہتی مائلہ نے کہا آئمہ دیکھو تم اب بھی اسکی قانونی بیوی ہو جو ہوا غلط ہوا نہیں ہونا چاہیے تھا پر میری بہن ایسے بھی تو زندگی برباد کر رہی ہو بابا مان

جائیں گے ہم سب مل کر بابا کو منالیں گے پر آئمہ کسی صورت میران شاہ کو اب معاف کرنے والی نہیں تھی اسے اپنی پل پل کی اذیت نہیں بھول رہی تھی۔

اپنی خوشیاں بانٹنے کا سودا میں کس سے کروں

اس ستم گر کا اگر شکوہ کروں، کس سے کروں

خوں کے آنسو اس کی فرقت میں بہائے ہیں دعا

اک قیامت دل پہ ٹوٹی، تذکرہ کس سے کروں

آئمہ نے پھر سے آفس جوائن کر لیا وہ دھیرے دھیرے زندگی کی طرف لوٹ رہی تھی مگر میران شاہ پھر سے اُس کے سامنے آ کھڑا ہو جاتا اور بہت روتا بار بار کہتا آئمہ مجھے معاف کر دو پلیز ایک بار مجھے معاف کر دو اُس نے میران شاہ کی باتوں پر پھر یقین کر لیا۔ وہ پھر سے اُس پر بھروسہ کرنے لگی تھی وہ اُس سے اب بھی کہتی کہ شاہ جی پلیز نکاح نامہ مجھے دیجیے میں بابا اور بھائی کو منع لوں گی میران شاہ کہتا ہاں آئمہ میں تمھیں لے جاؤں گا میری جان اپنے گھر لے جاؤں گا تمھارے سارے سپنے سچ ہوں گے میں تمھیں عزت سے بیاہ کر اپنے گھر لے جاؤں گا آئمہ اسی امید پر جیتی رہی اور وقت کچھ اور آگے سرک گیا۔

پر نہ تو میران شاہ نے وہ نکاح نامہ دیا نہ ہی آ کر بابا سے بات کی اب آئمہ کو سمجھ آنے لگ گئی کہ میں نے میران شاہ پر اندھا بھروسہ کیا ہے اور وہ مجھے بے وقوف بنا رہا ہے آئمہ نے ایک دن کہا شاہ جی مجھے صاف صاف بتائیے آپ کیا چاہتے ہیں؟ میران شاہ نے کہا کیا چاہنا ہے میں نے! میں تو آپ کو چاہتا ہوں میں تم سے بے تحاشا پیار کرتا ہوں آئمہ نے کہا تو پھر آپ مجھے اپنے گھر کیوں نہیں لے جاتے میران شاہ نے کہاں لے جاؤں گا۔

آئمہ کو پھر سے پیار کی باتوں میں الجھا کر چپ کرا دیا آئمہ نے کچھ دن بعد یہ بات میران شاہ کو بتائی کہ شاہ جی میں پریگننیٹ ہوں میران شاہ نے کہا تمھارا دماغ خراب ہے کیا فوراً ابارشن کرواؤ آئمہ نے کہا "نہیں ہر گز نہیں" اُن دونوں کا اس مسئلے پر شدید اختلاف ہوا۔

میران شاہ نے کہا آئمہ اپنی خوش فہمی کو دور کر لو مجھے تم سے کوئی محبت نہیں ہے یہ اسی ایک بات کا بدلہ ہے جو تم نے سب کے سامنے میری بے عزتی کی تھی کہ شکل تو اچھی نہیں اور تصویریں ساری بنا ڈالیں اسی وقت میں نے سوچ لیا تھا کہ تمھارا دماغ تو میں ٹھکانے لگا کر رہوں گا آئمہ نے روتے ہوئے کہا شاہ جی اس ایک بات کا کتنا بدلہ لو گے مجھ سے مجھے اتنا تو بے عزت کر دیا آپ نے ہر کوئی میرے بارے میں باتیں کرتا ہے میرے گھر والوں نے کیا بگاڑا تھا آپ کا آپ نے انھیں کس بات کی سزا دی میران شاہ نے کہا یہ تو ہونا ہی تھا میں وہ بات کبھی نہیں بھول سکتا تم نے اپنے آفس کولیگس کے سامنے میری انسلٹ کی تھی۔

بس اُسی وقت میں نے طلحہ سے کہہ دیا تھا کہ مجھے آئمہ کے متعلق معلومات چاہئیں۔ سب کچھ تمھارے بارے میں جان لیا تھا کہ کون ہو؟ کہاں رہتی ہو؟ کیا کرتی ہو؟ اور وہ جو تمھارے سو کالڈ انکل ہیں مولوی صاحب میری بڑی گاڑی اور اتنے سارے باڈی گارڈز دیکھ کر میرے آگے پیچھے ہو رہے تھے میں نے سب پلان اسی وقت دماغ میں سوچ لیا تھا میں نے انہیں اس نکاح کے پچاس ہزار روپے دیئے تھے۔ میں جان چکا تھا کہ تم اپنے پاس کسی کو پھٹکنے بھی نہیں دیتی ہو اور یہ سب تمھاری دوست عفیفہ نے مجھے بتایا تھا کہ تمھاری خواہش ہے کہ شادی اس سے کروں گی جو میرے سامنے آکر مجھے جھٹ سے کہہ دے آئمہ مجھے آپ بہت اچھی لگتی ہو میں آپ سے شادی کرنا چاہتا ہوں بس اسی سے شادی کروں گی تو یہ انتقام میں نے سوچ لیا تھا کہ تم سے کیسے بدلہ لوں گا

اور جو تم پنڈی سے لاہور پہنچی وہ سب بندوبست بھی میں نے ہی کیا تھا میں یہ جانتا تھا کہ صرف تمھاری فیملی اسلام آباد میں رہتی ہے اور لاہور میں تمھارا پورا خاندان۔ سب کے سامنے تمھیں ذلیل کرنے کا اس سے اچھا طریقہ اور کوئی

نہیں تھا کہ تمھارا غرور توڑ سکوں وہ یہ سب باتیں سنتے ہی چکرا کر رہ گئی میران شاہ نے کہا یہ اَبارشن خود سے کروالو تو اچھا ہے ورنہ میرے پاس اور بھی طریقے ہیں۔

وہ اپنا سر پکڑ کر بیٹھ گئی کہ اب کرے تو وہ کیا کرے ایک بار پھر سے سب کے بھروسے کو وہ توڑ چکی تھی اب تو وہ اکیلی نہیں تھی اس کے اندر ایک اور ننھی سی جان پل رہی تھی اُسے کچھ سمجھ نہیں آیا کہ وہ کیا کرے اسی دن آئمہ کے بڑے چچا کی بیٹی سعدیہ آئمہ سے ملنے آئی اُس کی زرد رنگت دیکھ کر پوچھے بنا نہ رہ سکی کہ کیا ہوا ہے آئمہ نے روتے ہوئے کہا کہ کیا بتاؤں۔

کیسے باتیں ہوں بھلا اب الفت و جذبات کی

میرے چہرے پر یہ سختی ہے مرے حالات کی

میری آنکھوں میں ہے پرچھائیں یہ غم کی اے دعا

اور جینے میں ہے دشواری بہت آفات کی

آئمہ نے روتے ہوئے سب کچھ سعدیہ کو بتا دیا۔ کہ وہ ماں بننے والی ہے سعدیہ نے کہا تم ایک نمبر کی بے وقوف ہو ایسے کیسے تم نے اس کمینے پر بھروسہ کر لیا جب نکاح کے کاغذ ہی اُس نے ابھی تک نہیں دیے اور جب تمھارا نکاح کوئی نہیں مانتا اس بچے کو کیسے مانیں گے تم غلطی پر غلطی کرتی جا رہی ہو ڈیئر۔ آئمہ نے کہا میری سمجھ میں کچھ نہیں آرہا کہ اب میں کیا کروں سعدیہ نے کہا آئمہ تم کیسی تھی کیسی بن گئی ہو کبھی کسی کی ایک بات نہیں سنتی تھی سب کہتے تھے کہ لڑکی ہو تو آئمہ جیسی پُر اعتماد اب تمھیں کیا ہو گیا ہے اپنے بارے میں سوچو اس بچے کے بارے میں سوچو لڑو اپنے حق کے لیے وہی آئمہ بن جاؤ جو پہلے تھی کسی سے نہ ڈرنے والی اور تمھیں کیا یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ یہ داغ تم سے زندگی بھر نہیں دُھل سکتا کہ تم میران شاہ کے ساتھ بنا نکاح کے رہی ہو اور اب یہ بچہ بھی ناجائز ہے لوگ تمھیں جینے نہیں دیں گے بے شک کوئی بھی تم سے شادی کر لے پر وہ تم کو عزت کبھی نہیں دے گا۔ تمھیں

اب کیسے اس سے نکاح نامہ لینا ہے اور خود کو بے گناہ ثابت کرنا ہے خود سوچو تمھاری کوئی نہیں مدد کرے گا اپنے اندر اعتماد پیدا کرو کیا ہار مان کر بیٹھ گئی ہو اور یہ رونا دھونا بند کرو پلیز آئمہ کو سعدیہ کی باتیں سمجھ میں آ گئیں اور کہنے لگی سعدیہ تھینکس مجھے واپس وہی آئمہ یاد دلانے کے لیے اب میں میران شاہ کو خود دیکھ لوں گی سعدیہ کے جانے کے بعد وہ اُٹھی اپنی ڈائری کے صفحے پر لکھا

السلام علیکم بابا جان!

میں جانتی ہوں میں نے بہت غلط کیا اپنے ساتھ، آپ سب کے ساتھ میری وجہ سے بھائی جان آپ سے ناراض ہو گئے میری وجہ سے آپ سب کو بدنامی کا سامنا کرنا پڑا۔ بابا جان ہو سکے تو مجھے معاف کر دیجیے گا آپ ہی نے سکھایا ہے بابا جان کہ اپنا حق لینا چاہیے ظلم کے خلاف آواز اٹھانا چاہیے میرا آپ سے وعدہ رہا کہ اب کبھی ہمت نہیں ہاروں گی۔

میں جانتی ہوں آپ سب سے چھپ چھپ کر بہت روتے ہیں آپ کو بہت اذیت ہوتی ہے جب سب کہتے ہیں کہ آئمہ اور میران شاہ کا رشتہ ناجائز تھا آپ نے سب کی باتیں سن کر بھی مجھے معاف کیا۔ بابا جان آپ سب کے بھروسے کو توڑ کر میں نے بہت بڑی غلطی کی ہے اور سزا ابھی بھگت رہی ہوں میں چاہتی تو اب بھی یہی تھی کہ اپنے آپ کو مار ڈالوں پر میرے مرنے کے بعد بھی مجھ سے یہ بدنامی کا داغ تو نہیں جائے گا کہ میں میران شاہ کے ساتھ بنا نکاح کے رہی میری وجہ سے آپ کا سر جھک گیا بابا جان میں اب اور آپ کو تکلیف میں نہیں دیکھ سکتی اس لیے اپنے حق کے لیے خود لڑنے جا رہی ہوں ہو سکے تو مجھے معاف کر دیجیے گا بابا جان اور میرے لیے دعا کیجیے گا اب میں اپنی تقدیر اپنی کہانی خود لکھنے جا رہی ہوں۔

آپ کی بدنصیب بیٹی

آئمہ

آئمہ نے یہ چند سطریں ڈائری کے صفحے پر لکھیں، اٹھ کر نماز پڑھی اور اللہ سے رو کر دعا مانگی یا اللہ تو مجھے معاف کر دے بخش دے میرے مالک میری وجہ سے میرے اپنے بہت تکلیف میں ہیں۔

کہیں مٹی میں مل جاتی، میں جل کر راکھ ہو جاتی

سراپا اک ندامت ہوں، مجھے تو بخش دے مولا

میں بوجھ اپنے گناہوں کا اٹھا کر لائی ہوں یارب

محمد ﷺ کی ہوں اُمت میں مجھے تو بخش دے مولا

یا اللہ میں نہیں جانتی کہ میران شاہ مجھے اپنا لے گا یا نہیں میں زندہ رہوں گی یا وہ مجھے مار ڈالے گا میں کچھ نہیں جانتی میرے مالک دلوں کے حال تو ہی جاننے والا ہے میرا تجھ پر بہت بھروسہ ہے میرے اس بھروسے کی لاج رکھنا تیرے سوا اور کوئی میرا مددگار بھی نہیں ہے میں تیرے آسرے پر یہ گھر چھوڑ کر جا رہی ہوں اپنے بچے کو اس کا حق دلانے اس کے باپ کا نام دلانے میرے مالک میری ساری مشکلوں کو تو آسان کر دے تیرے ہی اختیار میں ہے کہ تو کبھی رات کو بڑھائے دن کو گھٹائے اور کبھی دن کو بڑھا کر رات کو گھٹائے یہ تیری قدرت ہے تیری قدرت سے کیا بعید میرے مالک تو مجھے میرا حق دلا دے اے اللہ میں تیری ہی عبادت کرتی ہوں تجھ سے ہی مدد مانگتی ہوں بیشک تیرے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں اے اللہ! تو میری صداؤں کی لاج رکھ لے میرے دل کا حال تیرے سوا کوئی نہیں جانتا تو ہی ہے جو اس بات کا گواہ ہے کہ میرا اور میران شاہ کا رشتہ جائز ہے۔

آئمہ نے روتے ہوئے رب کے حضور گڑگڑا کر دعا مانگی بیگ میں چند کپڑے رکھے اور اللہ کا نام لے کر گھر چھوڑ دیا۔

....

آئمہ نے میران شاہ کے گھر جانے کا سوچا میران شاہ دادو سندھ سے بھی دور ایک گاؤں کا رہنے والا تھا آئمہ کو اس کے گاؤں کا نام بھی معلوم نہیں تھا آئمہ نے دادو آکر طلحہ کو کال کی طلحہ ان دنوں دادو آیا ہوا تھا وہ فوراً بس اڈے آگیا آئمہ نے روتے ہوئے کہا طلحہ بھائی آپ تو مجھے اپنی بہن کہتے تھے اگر کبھی بھی ایک لمحے کے لیے بھی بہن سمجھا ہے تو پلیز مجھے میران شاہ کے گاؤں لے چلیے پلیز آئمہ کی حالت دیکھ کر طلحہ کی آنکھوں میں آنسو آگئے کہنے لگا آئمہ ہو سکے تو مجھے معاف کر دینا بخدا میں ساری باتوں سے انجان تھا مجھے ہرگز نہیں معلوم تھا کہ میران شاہ ایسا کرے گا مجھے تو میران شاہ نے یہی بتایا تھا کہ وہ تم سے بے حد پیار کرتا ہے آئمہ نے کہا طلحہ مجھے آپ سے کوئی شکایت نہیں ہے۔

طلحہ نے کہا آئمہ اب بھی وقت ہے واپس لوٹ جاؤ میران شاہ تمھیں نہیں اپنائے گا آئمہ نے کہا اب تو زندگی میری برباد ہو ہی چکی ہے اب بچا بھی کیا ہے جسے لے کر واپس لوٹ جاؤں پلیز مجھے میران شاہ کے گاؤں لے چلو آئمہ کے بلک بلک کے رونے پر طلحہ مان گیا کہ میں تمھیں لے کر چلتا ہوں۔

گاؤں سے تھوڑا پہلے میران شاہ اپنی بلیک پراڈو میں شہر کی طرف آتے ہوئے دکھائی دیا طلحہ نے ٹیکسی والے کو رکنے کے لیے کہا میران شاہ نے طلحہ کو دیکھ کر گاڑی ایک طرف کر دی اور طلحہ کے پاس چلا آیا اور گاڑی میں بیٹھی آئمہ کو دیکھ کر بولا یہ آئمہ کو لے کر کہاں جا رہے ہو طلحہ نے ساری بات میران کو بتائی کہ آئمہ گھر چھوڑ کر آگئی ہے میران شاہ نے کہا دماغ خراب ہے کیا؟۔ وہ ٹیکسی سے نکل کر باہر آگئی اور کہا میران شاہ میں آپ کی بیوی ہوں اور آپ کے ہونے والے بچے کی ماں بننے والی ہوں میران شاہ نے کہا دماغ مت خراب کرو میرا میں کیا کروں کہا تھا نا اَبارشن کروا دو تم نے ابھی تک اَبارشن نہیں کروایا آئمہ نے کہا نہیں کروایا اور کرواؤں گی بھی نہیں میران شاہ نے کہا "میں اب کس کس بچے کا باپ بنوں گا، یہاں سے چلی جاؤ تو بہتر ہے"۔ آئمہ واپس جانے کو تیار نہیں تھی۔ میران شاہ نے بہت کوشش کی کہ کسی طرح وہ واپس جانے کے لیے مان جائے پر وہ بھی اپنی ضد پر اڑی رہی کہ وہ ہرگز واپس نہیں جائے گی۔ میران شاہ کے ساتھ کچھ دوست بھی تھے، وہ سب یہ تماشا دیکھ رہے تھے۔ میران شاہ نے کہا کہ طلحہ اسے میرے دوست مراد خان کے گھر چھوڑ کر واپس آؤ اور آئمہ سے کہا "فی الحال میں کسی کام کے سلسلے میں شہر جا رہا

ہوں واپسی پر اس مسئلے کا حل سوچتے ہیں جب تک تم طلحہ کے ساتھ میرے دوست کے گھر جاؤ" آئمہ کو لے کر طلحہ میران شاہ کے گاؤں سے تھوڑے فاصلے پر ایک دوسرے گاؤں میں ایک دوست کے گھر چھوڑ کر چلا گیا۔

میران شاہ کے دوست مراد خان کی فیملی کافی بڑی تھی سب باری باری آکر اُس سے ملے اُسے روتا دیکھ کر پریشان بھی ہو رہے تھے کہ آخر ماجرا کیا ہے اور طلحہ اسے یہاں کیوں چھوڑ کر گیا ہے مراد خان کی چھوٹی بہن اُمِ رباب آئمہ کے پاس آکر بیٹھ گئی اور پیار سے باتیں کرنے لگی اُسے چپ کرانے لگی کہ آپ کون ہیں اور کہاں سے آئی ہیں طلحہ کو کیسے جانتی ہیں طلحہ آپ کا کیا لگتا ہے؟۔ آئمہ نے روتے ہوئے سب کچھ بتا دیا اُمِ رباب یہ سب سن کر حیران ہو گئی کہ کیا تم نے اس گھٹیا آدمی سے شادی کر لی ہے؟۔

یہ تم نے کیا کیا۔ وہ تو بہت غلط آدمی ہے۔ وہ تمھیں کبھی نہیں اپنائے گا اور وہ تو پہلے سے ہی شادی شدہ ہے۔ آئمہ کو صدمے پر صدمہ ہو رہا تھا۔ ہر قدم ہر دن ایک نیا روپ میران شاہ کا سامنے آ رہا تھا۔ آئمہ نے کہا میں یہ غلطی کر چکی ہوں اب اس کے بچے کی ماں بننے والی ہوں اپنے حق کے لیے آئی ہوں پلیز خدا کے لیے میری مدد کیجیے۔ اُمِ رباب سے روتی ہوئی آئمہ نہیں دیکھی جا رہی تھی اُس نے کہا میرے پاس ایک طریقہ ہے اگر عمل کرو تو! آئمہ نے کہا کہ وہ کیا؟ اُمِ رباب نے کہا کہ ویسے تو مسلمان سب ہی قرآن پاک کو مانتے ہیں اور یہ لوگ تو بہت ہی مانتے ہیں تم میران شاہ کے گھر قرآن پاک لے جاؤ پھر یہ تم کو کچھ نہیں کہیں گے ورنہ تو تمھیں وہیں زندہ دفن کر دیں گے۔

آئمہ کو اُمِ رباب کی بات سمجھ میں آ گئی۔

شام کو مغرب کی اذان سے کچھ دیر پہلے آئمہ کو لینے میران شاہ اور طلحہ واپس آ گئے۔ آئمہ نے اُمِ رباب کے گھر سے قرآن شریف لیا اور اُمِ رباب کی چادر بھی لی اچھی طرح خود کو چادر میں لپیٹ کر قرآن شریف اپنے سینے سے لگائے گاڑی میں آکر بیٹھ گئی۔ میران شاہ نے کہا "چلیں آئمہ" آئمہ نے کہا شاہ جی میں نے آپ کے گھر جانا ہے اور کہیں نہیں میران شاہ نے کہا آئمہ میرا دماغ مت خراب کرو تو اچھا ہے ورنہ یہیں زمین میں زندہ دفن کر دوں گا

آئمہ نے روتے ہوئے قرآن پاک میران شاہ کے سامنے کر دیا اور کہا میران شاہ آپ کو قرآن پاک کا واسطہ دیتی ہوں مجھے اپنے گھر لے کر جاؤ قرآن پاک میں صاف صاف لکھا ہے سورہ بقرہ میں اللہ تعالی فرماتا ہے ترجمہ: اور اللہ سے ڈرے جو اُسکا رب ہے اور گواہی نہ چھپاؤ اور جو گواہی چھپائے گا تو اندر سے اس کا دل گنہگار ہے اور اللہ تمھارے کاموں کو جانتا ہے اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور جو کچھ زمین میں ہے اور اگر تم ظاہر کرو جو کچھ تمھارے جی میں ہے یا چھپاؤ اللہ تم سے حساب لے گا تو جسے چاہے بخشے گا اور جسے سزا دے گا اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

اور آپ میرا نکاح نامہ چھپا کر میرے ہی نہیں اللہ کی لکھی ہوئی آیتوں کو بھی جھٹلا رہے ہو سورہ العمران میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اور جو اللہ کی آیتوں کا منکر ہو تو بے شک اللہ جلد حساب لینے والا ہے۔

میران شاہ قرآن پاک کو اپنے سامنے دیکھ کر چپ ہو گیا اور کہا بیشک میں گنہگار ہوں میرا رب مجھے بخش دے گا۔

طلحہ نے فوراً کہا میران اب آئمہ کو اپنے گھر لے جاؤ یہی بہتر ہے اور مجھے تو تم یہی اتار دو طلحہ گاڑی سے اُتر گیا میران شاہ سارے راستے خاموش رہا۔

....

میران شاہ کی گاڑی جب داخلی دروازے سے اندر داخل ہوئی تو شام کا ملگجا اندھیرا پھیل چکا تھا جب آئمہ میران شاہ کی گاڑی سے نیچے اتری گاڑی کے ارد گرد سب جمع ہو گئے کہ آج میران شاہ اپنے ساتھ کس کو لے آیا ہے اُس کی ماں نے آگے بڑھ کر روتی ہوئی آئمہ کو گلے سے لگایا اور پوچھا یہ کون ہے یہ اتنا کیوں رو رہی ہے ؟

میران شاہ نے کہا اماں بعد میں بتاؤں گا اسے اندر لے کر جاؤ اور اس سے قرآن پاک بھی لے لو اماں نے کہا او خدایا! یہ لڑکی اپنے ساتھ قرآن پاک لائی ہے ایسا کیا ہوا ہے میران مجھے بتاؤ ؟

میران شاہ نے کہا اماں جو کہہ رہا ہوں پہلے وہ کرو اس سے قرآن پاک لے لو اماں نے آگے بڑھ کر آئمہ کے ہاتھ سے قرآن پاک لے لیا۔

اور روتی ہوئی آئمہ کو گلے سے لگاتے ہوئے اندر لے گئی کچھ دیر بعد ایک بارعب شخصیت کے مالک میران کے بڑے بھائی میر ہارب علی شاہ کمرے میں داخل ہوئے آئمہ کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولے بیٹا آج سے یہی تمھارا گھر ہے مجھے میران نے سب بتا دیا ہے ورنہ تو آج پتا نہیں کیا ہو جاتا یہ جو تم قرآن پاک اپنے ساتھ لے کر آئی ہو اسی قرآن پاک کی قسم آج سے تم میری بیٹی ہو اور اس گھر کی عزت وہ رات آئمہ نے روتے ہوئے گزار دی کچھ دیر بعد بہت بے تحاشہ گولیوں کی آواز سنائی دی پوچھنے پر بتایا گیا کہ میران شاہ نے یہ فائرنگ کی ہے وہ اکثر ایسا کرتا رہتا ہے۔

مرغ کی پہلی بانگ کے ساتھ اس کی آنکھ کھل گئی آئمہ کچھ پر سکون سی تھی پر وہ ماں اور بابا کے لیے پریشان بھی تھی کہ نہیں معلوم میرے اس طرح گھر چھوڑ دینے پر کیا ہوا ہو گا؟

کیا گزری ہو گی ماں اور بابا کے دل پر؟ کاش میں نے میران شاہ سے نکاح کرنے کی غلطی نہ کی ہوتی۔ آئمہ نے ایسا کبھی نہیں سوچا تھا کہ وہ اسطرح رخصت ہو کر میکے سے سسرال آئے گی پر جو ہوا تھا وہ سب اُس کی ہی غلطی تھی۔

اُسے اس بات کا بہت پچھتاوا تھا سب باری باری آئمہ سے ملنے آ رہے تھے میران شاہ کی پہلی بیوی عالیہ بھی اُس سے ملنے آئی آئمہ عالیہ سے ملی پر دونوں میں کوئی بات نہیں ہوئی وہ اُس وقت میران شاہ سے کچھ پوچھنا بھی نہیں چاہ رہی تھی کہ میران شاہ نے مجھے اس بات سے لاتعلق کیوں رکھا؟ بس خاموش تھی اسے کسی طرح میران شاہ سے وہ نکاح نامہ چاہیے تھا جو اس کی بے گناہی کا ثبوت تھا وہ اندر سے بری طرح ٹوٹ گئی تھی ماں اور بابا کو دکھ دینے کی سزا اسے مل رہی تھی۔

آئمہ نے میران شاہ سے عالیہ کے بارے میں کچھ نہ پوچھا کہ میران شاہ خود سے کچھ بتائے گا تو بات کروں گی کہ اس نے مجھ سے اتنے جھوٹ کیوں بولے؟

آئمہ کو پتا چلا کہ میران کے دو بچے ہیں اور میران کی پہلی شادی کو چھ سال ہو گئے ہیں پہلی بیوی سے بڑا بیٹا میر حسنین علی شاہ چار سال کا تھا بیٹی مینال شاہ دو سال کی۔ اُس نے کسی سے کچھ نہیں کہا نہ کوئی شکایت کی ماں کی کال آئی کہ آئمہ بیٹا واپس آ جاؤ بابا جان تمھیں معاف کر دیں گے بچے کا اَبارشن کروا دو اُس نے کہا نہیں ماں میں اب واپس نہیں آؤں گی میں اپنی بے گناہی کا ثبوت لے کر ہی رہوں گی ماں بہت رو رہی تھی اور آئمہ خود بھی بہت رو رہی تھی پر کہنے لگی ماں آپ بس میرے لیے دعا کیجیے گا یہ کہتے ہوئے آئمہ نے فون رکھ دیا۔

....

میران شاہ کی پہلی بیوی عالیہ اُس کے ماموں کی بیٹی تھی۔ اگلے ہی دن میران شاہ کے ماموں کا خاندان بھی پہنچ گیا سب آپس میں کیا بات کر رہے تھے آئمہ کو کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا اُسے سندھی بولی نہیں آتی تھی کچھ دن سکون سے گزرے وہ کچھ دن میں ہی سب سے گھل مل گئی میران شاہ کی کئی ایکڑ اراضی پر وسیع و عریض حویلی تھی۔ حویلی کے چاروں طرف چنار اور سفیدے کے قد آور درخت تھے۔ حویلی کا دیو سائز بڑا سا گیٹ تھا۔ حویلی کے عقب میں بہت بڑی اوطاق (مہمان خانہ) بنا ہوا تھا مہمان خانے کے چاروں طرف سر سبز و شاداب گھنے سایہ دار پیڑوں کی قطاریں تھیں اور اوطاق کے اطراف میں مورچہ بندی کی گئی تھی ہر وقت وہاں پہرے دار موجود ہوتے تھے حویلی کے چاروں طرف خار دار تاروں کی باڑ تھی حویلی کے داخلی دروازے کے سائیڈ میں بہت بڑا جنگلہ لگایا گیا تھا جس میں ایک طرف مور، سفید گھوڑے اور ہرن تھے اور بہت بڑا مچھلیوں کے لیے تالاب بھی بنایا گیا تھا یہ سب میر میران علی شاہ کے شوق تھے مہمان خانہ ہر وقت لوگوں سے بھرا رہتا تھا ایک جاتا اور ایک آتا گھر کی عورتیں اور ملازمائیں بھی سارا دن خاطر تواضع میں لگی رہتیں عورتوں کو اوطاق کی طرف جانے کی اجازت ہرگز نہیں تھی۔

....

مگر کچھ دن سکون سے گزرے پھر حویلی میں جھگڑے شروع ہو گئے میران شاہ آئمہ کو مارنے لگ گیا روز شراب پی کر آتا آئمہ کے لیے میران کا یہ ایک نیا روپ تھا۔ پورے کمرے میں شراب کی بدبو پھیل جاتی تھی۔ اس سے ایک منٹ کھڑا ہونا مشکل ہو جاتا پر وہ باہر بھی نہیں جاسکتی تھی کیونکہ میران شاہ رات کو سوتے وقت کتے صحن میں کھلے چھوڑ دیتا تھا اور آئمہ کو کتوں سے بہت ڈر لگتا تھا میران شاہ نے اپنی حفاظت اور شوق کے لیے خاص کتے جرمنی اور امریکہ سے منگوائے ہوئے تھے روٹ وائلر، سینٹ برنارڈ، امریکی پٹ بیل کتوں کے بٹسو یا یا نسل، جس کے خون میں جارحیت ہوتی ہے اور اس وجہ سے گڑھے بیل کو تمام کتوں کے مقابلے میں دنیا میں سب سے زیادہ خطرناک نسل سمجھا جاتا ہے اور میران شاہ کو کتوں کی لڑائی کا بھی خاص شوق تھا اسی وجہ سے اس نے اعلیٰ نسل کے کتے پالے ہوئے تھے اور وہ ان پر خصوصی توجہ دیا کرتا تھا۔

....

آئمہ بہت روتی اسے اپنی غلطی کا شدت سے پچھتاوا ہوتا پر وہ ایسے واپس نہیں جانا چاہتی تھی میران شاہ کی والدہ آئمہ کے ساتھ بہت برا سلوک کرتی وہ کسی سے کچھ نہ کہتی کمرے میں پڑی روتی رہتی اور ہر وقت اللہ سے دعا مانگتی کہ یا اللہ میں نے ایسا کیا برا کیا تھا جو مجھے ہر روز اک نیا دکھ ملتا ہے وہ اندر سے ٹوٹتی جا رہی تھی۔ ماں، بابا، بھائی نے کبھی آئمہ کو تھپڑ بھی نہیں مارا تھا میران شاہ اسے بہت بری طرح پیٹتا میران شاہ کے بڑے بھائی کو جب بھی علم ہوتا کہ آج میران نے پھر آئمہ کو مارا ہے تو وہ میران شاہ پر بگڑ جاتے اور کہتے تو نے کیا کیا ہے میں سب جان گیا ہوں اپنی ماں سے بھی جھگڑا کرتے کہ اماں خدا کا خوف کرو اس مظلوم پر رحم کرو اماں کا اور میر ہارب علی شاہ کا اس بات پر اختلاف رہتا۔ ہارب شاہ اپنی بیوی اُمِ ہانی سے کہتے اماں کچھ بھی کہے میں نے آئمہ کو اپنی بیٹی کہا ہے میران کو اُسے اپنانا ہی ہو گا۔

اماں سے سب ڈرتے تھے اماں نے سب کو منع کر دیا تھا کہ کوئی بھی آئمہ کے کمرے میں نہیں جائے گا اور نہ اس سے کوئی بات کرے گا آئمہ بالکل اکیلی پڑ گئی تھی سارا دن روتی رہتی آئمہ نے نماز پڑھنی کبھی نہیں چھوڑی تھی اُسے بس ایک ہی تو سہارا نظر آتا تھا اپنے رب کا کہ وہ مجھے انصاف ضرور دلائے گا۔

وہ بہت روتی رب سے بہت دعا مانگتی کہ یا اللہ جیسا میرے ساتھ ہوا ہے ایسا دکھ کسی کی بہن یا بیٹی کو تو مت دینا وہ بہت پچھتاتی کہ بابا نے اُسے جو آزادی دی تھی اس کا اس نے بہت غلط فائدہ اٹھایا جس کے لیے اس نے بہت سزا پائی تھی اسے شروع سے ہی ڈائری لکھنے کی عادت تھی بات تو کوئی اس سے کرتا نہیں تھا اس نے لکھنے میں پناہ ڈھونڈی وہ دیر تک جائے نماز پر بیٹھی رہتی اللہ سے شکوہ کرتی بہت روتی پھر ڈائری میں سب تحریر کر دیتی۔

وہ کہتی میں جانتی ہوں میرے مالک کہ تجھ سے شکوہ کر کے میں گناہ گار ہو جاتی ہوں پر میں کیا کروں کس کو اپنے دل کا دکھڑا سناؤں تو ہی سننے والا ہے میر ہارب علی شاہ کی بڑی بیٹی ربیعہ اماں سے چوری چوری آئمہ کے کمرے میں آتی اُسے گلے سے لگا کر چپ کراتی ربیعہ آئمہ سے تھوڑی چھوٹی تھی کہتی میرے بابا نے کہا ہے تم میری چاچی نہیں میری بڑی بہن ہو بابا نے کہا ہے کہ میں تمھارا خیال رکھا کروں جب اماں کو پتا چلتا کہ ہارب شاہ کے بچے آئمہ کا خیال رکھتے ہیں اماں سب سے بگڑ جاتی اور سب کو بہت سناتیں، سب ڈر جاتے پر اماں کے سامنے بولنے کی کسی کی ہمت نہ تھی میران شاہ کے والد میر سفیان علی شاہ بھی اماں سے کہتے کہ نہ کیا کر اتنا ظلم کچھ خدا کا خوف کر پر اماں میران شاہ کے بابا کی بھی نہیں سنتی وہ چپ ہو کر رہ جاتے۔

آئمہ کو نواں مہینہ شروع ہو گیا تھا میران شاہ نے آئمہ کو بہت زیادہ مارا آئمہ بہت روئی ڈر گئی کہ میرے بچے کو کچھ ہو نہ جائے اسے لگا کہ آج مر ہی نہ جاؤں اس نے رو رو کر رب سے دعا مانگی یا اللہ مجھ پر رحم کرنا میرے بچے کو کچھ نہ ہو پر آئمہ کو یہ نہیں علم تھا کہ ابھی قسمت میں اور بھی دکھ لکھے ہیں اس نے جان سے پیار کرنے والے ماں باپ کا دل توڑا تھا اسے سزا تو ملنا تھی۔

دو دن بعد آئمہ کو میران شاہ مائلہ کے گھر پنڈی چھوڑ گئے باباجان کی ناراضگی کے باوجود مائلہ آئمہ سے ملتی تھی۔

میران شان آئمہ کو چھوڑ کر جانے لگے تو مائلہ نے کہا میران آئمہ کی طبیعت خراب ہے اسے ڈاکٹر کے پاس لے کر جاؤ آئمہ نے کبھی بھی مائلہ کو نہیں بتایا تھا کہ میران شاہ اسے مارتا بھی ہے وہ جب بھی مائلہ کے گھر آتی ہمیشہ ہنستے ہوئے رہتی۔ چہرے پر ایک مسکان سجائے رکھتی۔ آئمہ نے مائلہ سے اب بھی کچھ نہ کہا کہ اس حالت میں بھی میران نے اُسے بری طرح مارا ہے۔

میران شاہ آئمہ کو لے کر ہسپتال گیا اور آئمہ کو وہیں ہسپتال میں چھوڑ کر مائلہ کو بنا بتائے کہ میں آئمہ کو ایڈمٹ کر کے آیا ہوں وہاں سے چلا گیا۔

آئمہ کی طبیعت بہت خراب ہوتی جارہی تھی وہ ہسپتال میں اکیلی تھی اس کے پاس اپنا کوئی نہیں تھا اسے سمجھ نہیں آرہا تھا کہ وہ کیا کرے وہ بالکل اکیلی تھی وہ بہت رو رہی تھی فون بھی گھر بھول آئی تھی اسے مائلہ کا نمبر بھی یاد نہیں تھا اسے حاشر کا نمبر یاد تھا اس نے روتے ہوئے نرس سے حاشر کے نمبر پر بات کرانے کی درخواست کی۔ آئمہ نے کہا "حاشر میں ہسپتال میں ہوں" حاشر کچھ دیر بعد ہی بابا کو بنا بتائے رومیشہ کو آئمہ کے پاس چھوڑ گیا رومیشہ خود بہت چھوٹی تھی اسے کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ کیا کرے حاشر بھی پریشان تھا کہ بابا ماں کو تو کسی صورت نہیں آنے دیں گے حاشر نے اپنے دوست اسد کو فون کیا اسد پنڈی ہی میں رہتا تھا وہ اپنی امی کو لے کر ہسپتال آگیا ہسپتال میں وہ آئمہ کے پاس رکی آئمہ کا بڑا آپریشن ہوا اور بچی پیدا ہوئی آئمہ کو جب ہوش آیا تو مائلہ، رومیشہ، حاشر عماد بھائی سب آئمہ کے ساتھ تھے مائلہ نے خوش ہر کر بتایا آئمہ بیٹی ہوئی ہے آئمہ نے کہا میران شاہ کہاں ہے آپی؟ مائلہ نے کہا میں نے اُنھیں فون کر دیا ہے وہ آتے ہی ہوں گے

آئمہ نے کہا مجھ سے ملنے ماں نہیں آئی؟ حاشر نے کہا بابا کو پتہ چلتا تو ہم بھی نہیں آسکتے تھے تو ماں کیسے آتی۔ میں رومیشہ کو بھی بنا بتائے لایا ہوں یہ بتایا تھا کہ ہم مائلہ آپی کے گھر جارہے ہیں۔

آئمہ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے کہ آج بھی وہ ماں سے نہیں مل سکتی اگلے دن میران شاہ آ گئے مائلہ نے بہت سنائیں کہ کیسے انسان ہو ایسی حالت میں اُسے اکیلا چھوڑ کر چلے گئے کم از کم بتا تو جاتے میران کچھ نہیں بولا دو تین دن تک آئمہ سے ملنے آتا رہا جس دن آئمہ کی ہسپتال سے چھٹی ملنی تھی میران شاہ نے ننھی آیت کو گود میں اٹھایا اور کہا مائلہ میں اسے لے کر جا رہا ہوں آپ آئمہ کو گھر لے جایئے آپ کو طلاق کے کاغذ مل جائیں گے آئمہ سکتے میں آ گئی مائلہ نے آگے بڑھ کر فوراً ننھی آیت کو میران کے ہاتھ سے لے لیا اور کہنے لگی میران کچھ خدا کا خوف کرو میں تو سمجھی تھی کہ تم سدھر گئے ہو تم تو انسانیت سے ہی گر گئے ہو۔

میران شاہ خاموشی سے باہر نکل گیا مائلہ نے کہا آئمہ مجھے سچ سچ بتاؤ یہ کیا ماجرا ہے؟ آئمہ نے روتے ہوئے سب دکھ بتا دیا مائلہ نے کہا میران شاہ آئے تو بات کرتی ہوں۔ میران شاہ جب واپس آیا تو مائلہ نے میران شاہ کو خوب سنائیں اور کہا کچھ اللہ سے بھی ڈرو تم نے آئمہ کی زندگی برباد کر دی ہے اب یہ کہاں جائے گی؟ بابا جان تو کسی صورت بھی اِسے گھر میں نہیں آنے دیں گے اسے ساتھ ہی لے کر جاؤ میران شاہ چپ کر گیا اور آئمہ کو ساتھ لے کر واپس اپنے گاؤں آ گیا گاؤں میں میران شاہ نے کس کو کیا کہا آئمہ کو نہیں معلوم تھا اگلے دن گھر میں پھر سے بہت جھگڑا ہوا میران شاہ نے آئمہ کو بہت مارا جب اُسے یہ پتہ چلا کے میران کو بیٹیاں پسند نہیں ہیں تو اُسے بہت دکھ ہوا۔

اگلے دن گھر میں جیسے قیامت آ گئی ہو میران شاہ کی بیوی عالیہ نے زہر پی لیا ایک کہرام مچ گیا۔ عالیہ کو ہسپتال لے جایا گیا۔

آئمہ نے سوچ لیا کہ اب وہ یہاں نہیں رہے گی جب آئمہ کو اس بات کا پتا چلا کہ میران شاہ گھر یہ کہہ کر گیا تھا کہ وہ اپنے ساتھ بچی کو لے آئے گا اور آئمہ کو طلاق دے کر آئے گا مائلہ نے ضد کر کے آئمہ کو ساتھ بھیج دیا تھا۔

اور وہ دوائی آئمہ کے لیے تھی آئمہ کے پیروں تلے زمین سرک گئی کہ میران شاہ مجھے مارنے کا پروگرام بنا رہا تھا ہارب شاہ نے اماں اور میران شاہ کو بہت سنائیں کہ تم لوگوں کے کیے کی سزا عالیہ کو بھگتنی پڑی ہے ہارب علی شاہ نے

کہا خدا کی لاٹھی بے آواز ہے دیکھ لو اماں تم لوگ آئمہ کو مارنے کا پروگرام بنا رہے تھے اور مر گئی عالیہ ؟ اب بھی وقت ہے سدھر جاؤ عالیہ کی موت کے بعد میران شاہ بری طرح ٹوٹ گیا۔

آئمہ نے کہا شاہ جی میں اب نہیں رک سکتی میں نے آپ کی ہر غلطی معاف کر دی تھی پر اب میرے اندر اور برداشت نہیں ہے میران شاہ نے آئمہ کو جانے نہیں دیا وہ بہت رویا اور اپنے کیے کی بہت معافی مانگی سب نے آئمہ کو جانے سے روکا مجبوراًاُسے رکنا پڑا جب آئمہ میران شاہ کے گھر آئی تھی میران شاہ کی بیٹی مینال اس وقت دو سال کی تھی مینال آئمہ سے بہت کلوز ہو گئی تھی زیادہ تر آئمہ کے ساتھ ہی رہتی عالیہ مینال کو اس بات پر مارتی بھی تھی کہ وہ آئمہ کے پاس نہ جایا کرے مگر مینال بھاگ کر آئمہ سے لپٹ جاتی۔ جب میران نے یہ کہا آئمہ میرے لیے نہ سہی مینال کے لیے ہی رک جاؤ۔ آئمہ کے بڑھتے ہوئے قدم رک گئے اور اس نے میران شاہ کو ایک بار پھر معاف کر دیا آئمہ نے میران شاہ کے پہلے بچے حسنین اور مینال کو اپنے پاس رکھ لیا کچھ دن سکون سے گزرے۔ مگر چور چوری سے جائے ہیرا پھیری سے نہ جائے پھر سے میران شاہ آئمہ پر ہاتھ اٹھانے لگ گیا آئمہ بہت روتی برداشت کرتی کہ نہیں معلوم کس گناہ کی یہ سزا ہے۔ مگر آئمہ نے ہمت نہ ہاری جب عالیہ کے کمرے کی صفائی کی گئی تو اس کے کمرے سے آئمہ کا نکاح نامہ مل گیا۔ آئمہ وہ نکاح نامہ لے کر میر ہارب علی شاہ کے پاس گئی اور بہت روئی آئمہ نے نکاح نامہ میران شاہ کو بھی دکھایا اور کہا "یہ وہ ہے جس سے آپ نے انکار کر دیا تھا"۔ میران شاہ نے کہا پرانی باتیں بھول جاؤ۔

آئمہ نے روتے ہوئے کہا "کیسے بھول جاؤں شاہ جی آپ کے لیے یہ صرف کاغذ کا ٹکڑا ہے اور میرے لیے بے گناہی کا سب سے بڑا ثبوت۔ یہ ایک سچائی ہے جس کے نہ ملنے پر میرے ماں باپ، بھائی کا اٹھا ہوا سر شرم سے جھک گیا تھا"۔

آئمہ نے کہا وہ مولوی صاحب کیوں مکر گئے تھے کیا انھوں نے نکاح نہیں پڑھایا تھا؟۔ میران شاہ نے کہا" آئمہ تم براشت نہیں کر سکو گی آئمہ نے کہا جہاں پہلے اتنا کچھ برداشت کر چکی ہوں یہ بھی سہی میران شاہ نے کہا جب میں

تمھارے ماموں سے ملنے آیا تھا انھوں نے نکاح نامہ مانگا تھا میں سیدھا مولوی صاحب کے پاس گیا ان سے نکاح کی چاروں کاپیاں لیں اور ان کو کہا کہ آپ مکر جانا کہ میں نے نکاح ہی نہیں پڑھایا میں نے انھیں ایک لاکھ روپے دیے تھے اور یہ سن کر آئمہ بہت روئی اور کہا" شاہ جی آپ نے صرف ڈیڑھ لاکھ روپے دے کر میری زندگی جہنم بنادی میں آپ کو کبھی معاف نہیں کروں گی۔ چاہتی تو آئمہ یہی تھی کہ وہ نکاح نامہ لے اور اپنی بیٹی آئت کو لے کر واپس چلی جائے پر ایک تو آئمہ کے پاس گھر نہیں تھا کہ وہ جائے تو کس کے پاس جائے۔ بابا اور بھائی تو اب اُسے رکھیں گے نہیں اور دوسری طرف حسنین اور مینال تھے جو آئمہ کو ماں سمجھتے تھے آئمہ نے بہت سوچا کہ اسے اب کیا کرنا چاہیے آئمہ نہ چاہتے ہوئے بھی مینال کے لیے رک گئی کیونکہ آئمہ ان ڈیڑھ برسوں میں بہت کچھ جان چکی تھی کہ عورت کی زندگی یہاں بہت مشکل ہے اور وہ مینال کی زندگی برباد نہیں کرنا چاہتی تھی اُسے مینال سے پیار تھا میران شاہ کی فیملی میں لڑکیوں کو تعلیم حاصل کرنے کی اجازت نہیں تھی۔

آئمہ کو ایک اور بات جو سب سے زیادہ پریشان کرتی تھی وہ یہ تھی کہ میران شاہ کے خاندان میں کاروکاری کا عام رواج تھا کسی کو بھی شک کی بیناد پر زمین میں زندہ گاڑھ دیا جاتا تھا وہ اپنے بچوں کو ان سب سے دور لے جانا چاہتی تھی اس بات سے بھی وہ اندر سے ڈری ہوئی تھی کہ اب میرے بچوں کا کیا ہو گا؟ میران شاہ کے خاندان میں بیٹی کے پیدا ہوتے ہی اس کا رشتہ کر دیا جاتا تھا یہ باتیں اُسے بہت پریشان کرتی تھیں اس بات کو لے کر کئی بار آئمہ اور میران شاہ میں جھگڑا بھی ہو جاتا تھا کیونکہ میران شاہ نے مینال کے پیدا ہوتے ہی مینال کا رشتہ طے کر دیا تھا اور وہ مینال کو پڑھانا بھی نہیں چاہتا تھا۔

آئمہ نے ایک دن میران شاہ اور میران شاہ کے چاچا سائیں کو بات کرتے ہوئے سنا آئمہ پوری بات نہیں سمجھ سکی کہ معاملہ کیا ہے آئمہ نے بہت ضد کی کے مجھے بتایئے چاچا سائیں نے کس کو بڑی حویلی کے کمرے میں بند کر دیا ہے آپ لوگ کس کی بات کر رہے تھے میران شاہ نے کہا ہم کوئی بات نہیں کر رہے تھے تم جاؤ جا کر اپنا کام کرو آئمہ نے یہ تو

سن لیا تھا کہ اُسے بڑی حویلی میں بند کر دیا ہے پر وہ پوری بات سمجھ نہیں پائی تھی میران شاہ نے کچھ نہیں بتایا وہ باہر اوطاق پر چلا گیا۔

پر آئمہ کو کسی پل چین نہیں تھا کہ معاملہ کیا ہے اُس نے گھر میں سب سے پوچھا کسی نے کچھ نہیں بتایا سب اپنی اپنی جگہ خاموش تھے اگلے دن اُس نے دیکھا کہ میر ہارب علی شاہ کی بیٹی ربیعہ کی آنکھیں سوج رہی تھیں اُس نے ربیعہ سے پوچھا آپ کو کیا ہوا ہے ؟ آپ کی آنکھیں کیوں لال ہیں ؟ ربیعہ، آئمہ کی بات سن کر رونے لگی وہ بہت پریشان ہو گئی کہ بات کیا ہے۔

ربیعہ نے روتے ہوئے آئمہ کو سب بتا دیا کہ کل رات ظالموں نے بشیراں کو مار دیا یہ سنتے ہی آئمہ کے ہوش اُڑ گئے کہ اس نے چاچا سائیں اور میران شاہ کو بات کرتے ہوئے سنا تو تھا کہ اُسے بڑی حویلی کے کمرے میں بند کر دیا مگر وہ پوری بات سن نہیں پائی تھی آئمہ نے کہا مجھے پوری بات بتاؤ ربیعہ آخر بشیراں کو کیوں مارا؟ اُس نے ایسا کیا کیا تھا؟

ربیعہ نے بتایا کہ بشیراں کل کھیتوں میں چھوٹے چاچا کے لڑکے رحیم بخش سے بات کر رہی تھی بشیراں کے ادا طالب نے اسے دیکھ لیا اور بشیراں کو گھسیٹتا ہوا گھر لے کر آیا اور سب کو بتایا کہ بشیراں کھیتوں میں رحیم بخش سے کھڑی باتیں کر رہی تھی۔

اور یہ خبر آگ کی طرح پورے گاؤں میں پھیل گئی ربیعہ نے بتایا کہ بشیراں کو تو کل ہی کمرے میں بند کر دیا تھا اور رحیم بخش کو بھی۔ پر رات کو رحیم بخش کے گھر والوں نے رحیم بخش کو گھر سے بھگا دیا اور رات بشیراں کو اس کے ادا اور بابا نے گلا گھونٹ کر مار دیا یہ خبر باہر نہ نکلے، اس لیے اسے گھر کے ہی صحن میں کھڈا کھود کر اسے پور دیا (دفنا دیا)

آئمہ جیسے جیسے ربیعہ کی باتیں سنتی جا رہی تھی آئمہ کی آنکھوں سے آنسو بہے جا رہے تھے آئمہ کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کرے کس سے کہے وہ روتی ہوئی میران شاہ کے پاس گئی اور کہا شاہ جی یہ کیسا رواج ہے کہ لڑکیاں کسی سے

بات بھی کریں تو مار دی جاتی ہیں میں نے بہت پہلے یہ قصے کہانیاں اخباروں میں پڑھی تھیں کہ کاروکاری کر کے لوگ لڑکی اور لڑکے کو مار دیتے ہیں یا لڑکے کو چھوڑ دیتے ہیں لڑکی کو مار دیتے ہیں اور جس لڑکے کے گھر والوں کے پاس پیسہ ہوتا ہے وہ اپنے بیٹے کو راتوں رات گھر سے بھگا دیتے ہیں جب معاملہ کچھ ٹھنڈا ہو جاتا ہے تو وہ لڑکا واپس لوٹ آتا ہے اور بدلے میں اپنی بہن یا کزن جس کو دل چاہے لڑکی والوں کو سونپ دیتا ہے۔۔

پھر وہ چاہے اُس کے ساتھ کچھ بھی سلوک کریں یہ کیسا انصاف ہے؟ میران شاہ نے کہا آئمہ جاؤ جا کر اپنا کام کرو یہ ہمارے رواج ہیں تم ان کو نہیں سمجھ سکتیں۔ آئمہ نے سب سے بہت جھگڑا کیا پر کسی نے اس کی نہیں سنی آئمہ بشیراں کے مرنے کے بعد چپ چپ رہنے لگ گئی۔

اُسے ہر وقت اپنے بچوں کی فکر لگی رہتی کہ ان کا کیا ہو گا؟ آئمہ نے بہت کوشش کی کہ کسی طرح کراچی شفٹ ہو جائے مگر میران شاہ ماننے کو تیار نہیں تھا۔

آئمہ نے میر ہارب علی شاہ سے بات کی ویسے بھی اماں آئمہ کا جینا دوبھر کیے ہوئے تھیں کسی نہ کسی بات کو لے کر جھگڑا کرتی تھیں ان کو دکھ تھا کہ آئمہ کی جگہ عالیہ کیوں مر گئی؟

میران شاہ کو ہارب شاہ نے بہت سمجھایا میران شاہ کراچی شفٹ ہونے پر بہ مشکل راضی ہو ہی گیا مگر اماں نے ہنگامہ مچا دیا پر میر ہارب علی شاہ نے انھیں یہ کہہ کر چپ کرا دیا جب آپ آئمہ کو ایک نظر دیکھ ہی نہیں سکتیں تو اس کا کراچی جانا ہی بہتر ہے

اماں بہت ناراض ہوئیں مگر ہارب شاہ نہیں مانے۔ انھوں نے کہا جب سے آئمہ اس گھر میں آئی ہے کبھی آپ لوگوں نے اسے سکون کا سانس لینے نہیں دیا اُسے طرح طرح سے پریشان کیا، دھمکایا با آخر وہ کراچی شفٹ ہو گئی۔ اُس نے آتے ہی حسنین اور مینال کا داخلہ اسکول میں کروا دیا میران شاہ نے بہت جھگڑا کیا کہ ان کے رواج میں لڑکی کو تعلیم دلانا نہیں ہے اور وہ اپنے رسم و رواج نہیں توڑ سکتا پر آئمہ بضد رہی کہ نہیں مینال اور حسنین تعلیم حاصل کریں گے

آیت آٹھ ماہ کی ہوئی تو اُسے پتا چلا کہ وہ پھر سے ماں بننے والی ہے اُس کی زندگی میں ایک اور خوشی آنے والی ہے وہ بہت خوش ہوئی جب آئمہ کو پانچواں مہینا شروع ہوا آئمہ نے جا کر الٹرساؤنڈ کروایا آئمہ کہ پتہ چلا کہ وہ پھر سے ایک بچی کو جنم دینے والی ہے وہ ڈر گئی کہ اب کیا ہو گا اُسے سمجھ نہیں آرہا تھا کہ وہ اب کیا کرے میران شاہ کو کیسے بتائے آئمہ بمشکل گھر آئی آتے ہی الٹراساؤنڈ کی رپورٹ پھاڑ کر پھینک دی میران شاہ جب گھر آیا اُس نے پوچھا تم آج ڈاکٹر کے پاس گئی تھیں کیا کہا ڈاکٹر نے؟ آئمہ نے کہا آج ڈاکٹر ملی نہیں وہ ایک آپریشن میں بزی تھی میران شاہ سے آئمہ نے اس بات کا ذکر تک نہیں کیا کہ وہ ڈاکٹر سے مل چکی ہے جیسے جیسے وقت گزرتا رہا اُس کی پریشانی بڑھتی رہی کبھی سوچتی مر جائے کبھی سوچتی اَبارشن کروالے۔

مرنے کا سوچتی تو آیت اور مینال کے چہرے اس کے سامنے آجاتے وہ بہت روتی نماز پڑھتی، خدا کے سامنے گڑگڑا کر دعا مانگتی یا اللہ تو میران شاہ کا پتھر دل پگھلا دے اگر بیٹی ہوئی تو پھر ایک قیامت مجھ پر ٹوٹے گی میرے مالک تو مجھ پر رحم فرما۔

آئمہ نے ڈاکٹر سے پوچھا ڈاکٹر نے منع کر دیا کہ اس حالت میں اَبارشن کا تو سوچنا بھی مت جب اُسے ساتواں مہینا شروع ہوا میران شاہ کسی کام کے سلسلے میں اسلام آباد گیا ہوا تھا آئمہ نے جا کر آپریشن کروالیا ڈاکٹر نے بہت منع کیا پر وہ نہیں مانی کہ مجھے زیادہ تکلیف ہے اُس نے یہ سوچ کر آپریشن کروایا تھا کہ اس نے سنا تھا کہ ساتویں ماہ کے بچے زندہ کم ہی رہتے ہیں جب میران شاہ کو یہ بات معلوم ہوئی کہ آئمہ ہسپتال میں ہے اور بیٹی پیدا ہوئی ہے میران شاہ وہی سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔

تین دن ہسپتال میں رکنے کے بعد آئمہ کو گھر لایا گیا اماں اور آئمہ کی بڑی جیٹھانی آئی ہوئی تھیں اماں نے نا جانے میران شاہ سے کیا کہا سے کہ میران شاہ نے غصہ میں بیٹی پیدا کرنے کے جرم میں اُسے بہت مارا۔ آئمہ کی حالت خراب ہو گئی اُس کا بڑا آپریشن ہوا تھا اُس کے ٹانکے ٹوٹ گئے اُسے ہاسپٹلائز کرنا پڑا آئمہ کچھ دن بعد ٹھیک ہو کر گھر آگئی وہ بہت خوف زدہ تھی اُس نے بیٹی کا نام حمد رکھا۔ وہ حمد کو فیڈ بھی نہیں کرواتی تھی بہت بے دلی سے حمد کو گود لیتی

جب حمد بیس دن کی ہوئی تو حمد کی طبیعت بہت خراب ہو گئی آئمہ ڈر گئی جلدی سے حمد کو ڈاکٹر کے پاس لے گئی اور خدا سے معافی مانگی کہ یا اللہ مجھے معاف کر دینا نہیں معلوم مجھے کیا ہو گیا تھا جو میں اپنی بچی کا دھیان نہیں رکھ پا رہی تھی میران شاہ اگلے دن ہسپتال آیا اور بچی کو گود میں اٹھا کر بہت رویا کہنے لگا یا اللہ جتنی مجھے نفرت بیٹیوں سے ہے تو اتنی دے دیتا ہے میں گہنگار ہوں مجھے معاف کر دے میرے مالک میں آج سے کبھی بیٹیوں سے نفرت نہیں کروں گا آئمہ کی آنکھوں میں خوشی کے آنسو آ گئے کہ شکر ہے میرے مالک کہ تو نے حمد کو زندہ رکھا۔

بڑے چاچا سائیں کی بیٹی گلزاراں کی شادی کی تاریخ طے پائی آئمہ شادی سے دو دن پہلے ہی گاؤں چلی گئی مہندی والی رات نہ جانے کیا ہوا کہ سب سوگوار سے نظر آ رہے تھے اُسے تشویش ہوئی اور اس نے جب ربیعہ سے پوچھا کہ کیا ہوا ہے جو سب اتنے گم سم سے ہیں ربیعہ نے روتے ہوئے کہا کہ کل صبح گلزاراں کو مار دیا جائے گا۔

آئمہ سن کر حیران ہو گئی کہ یہ کیا ہوا ابھی تو وہ گلزاراں کی مہندی سے لوٹی ہے اور اچانک یہ سب کیا ہوا؟

اُس نے کہا کل تو گلزاراں کی شادی ہے ربیعہ نے کہا نہیں اب اس کی شادی نہیں ہے اسے کل مار دیا جائے گا اور جس کے ساتھ اس کی شادی ہو رہی تھی اُس نے بھی انکار کر دیا ہے کہ وہ اب گلزاراں سے شادی نہیں کرے گا اور ہمارے رواج کے مطابق جب لڑکا شادی سے انکار کر دے تو لڑکی کی شادی کسی دوسرے لڑکے کے ساتھ نہیں ہوتی اُس لڑکی کو مار دیا جاتا ہے۔

یہ سنتے ہی آئمہ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اُس نے ربیعہ کو گلے لگاتے ہوئے کہا کہ نہیں رو میں کچھ سوچتی ہوں اور گلزاراں کو بچانے کی کوشش کرتی ہوں آگے اللہ مالک ہے تم بس دعا کرو۔

آئمہ بہت روئی نماز پڑھی دعا مانگی اور کہا یا اللہ یہ تیرے کیسے بندے ہیں تجھ سے خوف نہیں کھاتے تیرے عذاب سے نہیں ڈرتے وہ ساری رات بے چین رہی اسے نیند نہیں آ رہی تھی کہ وہ کیا کرے گلزاراں کو ان ظالموں سے کیسے بچائے؟ پھر اُسے اپنے بابا کی کہی بات یاد آئی کہ وہ بھی ظالم ہوتا ہے جو ظلم کرتا ہوا دیکھے اور اس ظلم کو نہ روک

سکے وہ بھی برابر کا حصہ دار ہے آئمہ کو اور کچھ سمجھ نہیں آیا کہ اب وہ کیا کرے اُس نے رو کر نماز پڑھی اور اللہ سے شکوے شکایت کرنے لگ گئی یا اللہ یہ کیسے تیرے لوگ ہیں جو معصوم زندگیوں کو ختم کر دیتے ہیں تو ہی بتا میں کیسے اس ظلم کو ہونے سے روکوں وہ جائے نماز پر بیٹھی دیر تک روتی رہی۔

اُس نے قرآن پاک ترجمے کے ساتھ پڑھا ہوا تھا اُسے سورہ نور کا خیال آیا کہ اُس میں بھی ایسا ہی کچھ ذکر ہے اُس نے جلدی سے قرآن پاک اٹھایا اور سورہ نور کا ترجمہ پڑھنے لگی۔

اللہ نے اس سورت میں صاف صاف لکھا ہے کہ جو بہتان لگائے اس کے لیے کیا سزا ہے اور جو گناہ گار ہے اس کے لیے کیا سزا مقرر کی گئی ہے بس پھر آئمہ کو اللہ پر بھروسہ تھا کہ اگر گلزاراں بے گناہ ہے تو رب اسے ضرور بچا لے گا وہ واپس جائے نماز بچھا کر رو رو کر اللہ سے دعا مانگنے لگی کہ یا اللہ تو میری مدد کرنا گلزاراں کو تو بچا لینا تیرے ہی ہاتھ میں زندگی اور موت ہے وہ ساری رات روتی رہی۔

صبح سویرے ہی وہ اُٹھ گئی اللہ کا نام لیا اور قرآن شریف اٹھا کر چاچا سائیں کے پاس چلی گئی اُسے چاچا سائیں اور باقی سب گھر والے بھی وہیں مل گئے آئمہ نے کہا چاچا سائیں میں یہ قرآن شریف لائی ہوں گلزاراں کو مارنے سے پہلے ایک بار صرف میری بات سن لیں میران شاہ نے غصے سے آئمہ کی طرف دیکھا اور اُٹھ کر آئمہ سے قرآن پاک لے لیا اور آئمہ کو مارنا شروع کر دیا کہ قرآن پاک کس لیے لائی ہو اور تم ہو کون ہمارے گھر کے معاملات میں دخل دینے والی پر آئمہ نے ہمت سے کام لیا اور روتے ہوئے کہنے لگی چاچا سائیں بس پانچ منٹ میری بات سن لیں آئمہ نے چلا کر کہا اگر میری بات کسی نے نہیں سنی تو خدا کی قسم آج صرف گلزاراں نہیں مرے گی آئمہ بھی مرے گی۔

اور میں میران شاہ کے بچوں کو بھی میں مار ڈالوں گی میر ہارب علی شاہ نے کہا آئمہ جو کہنا چاہ رہی ہے ایک بار سن لینے میں کیا حرج ہے چاچا سائیں اور باقی سب اُس کی بات سننے کو تیار ہو گئے میر ہارب علی شاہ نے کہا ٹھیک ہے آئمہ تم اپنی بات کہو آئمہ نے قرآن پاک کو کھول کر اٹھارویں سپارے کی سورہ النور کو پڑھنا شروع کیا۔

ترجمہ

یہ ایک سورت ہے جو ہم نے اتاری اور ہم نے اس کے احکام فرض کیے اور ہم نے اس میں روشن آیتیں نازل فرمائیں کہ تم دھیان کرو جو عورت بدکار ہو اور جو مرد تو ان میں ہر ایک کو سو کوڑے لگاؤ اور تمھیں ان پر ترس نہ آئے اللہ کے دین میں اگر تم ایمان لاتے ہو اللہ اور پچھلے دن پر اور چاہیے کہ ان کی سزا کے وقت مسلمانوں کا ایک گروہ حاضر ہو بدکار مرد نکاح نہ کرے مگر بدکار عورت یا شرک والی سے اور بدکار عورت سے نکاح نہ کرے مگر بدکار مرد یا مشرک اور یہ کام ایمان والوں پر حرام ہے اور جو پارسا عورتوں کو عیب لگائیں پھر چار گواہ معائنہ کے نہ لائیں تو انہیں اسی کوڑے لگاؤ اور ان کی کوئی گواہی کبھی نہ مانو اور وہی فاسق ہیں مگر جو اس کے بعد توبہ کرلیں اور سنور جائیں تو اللہ بے شک بخشنے والا مہربان ہے اور جو اپنی عورتوں کو عیب لگائیں اور ان کے پاس اپنے بیان کے سواہ گواہ نہ ہوں تو ایسے کسی کی گواہی یہ ہے کہ چار بار گواہی دے اللہ کے نام سے کہ وہ سچا ہے اور پانچویں یہ کہ اللہ کی لعنت ہو اس پر اگر وہ جھوٹا ہو اور عورت سے یوں سزا ٹل جائے گی کہ وہ اللہ کا نام لے کر چار بار گواہی دے کہ مرد جھوٹا ہے اور پانچویں یوں کہ عورت پر غضب اللہ کا اگر مرد سچا ہو اور اگر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت تم پر نہ ہوتی اور یہ کہ اللہ توبہ قبول فرماتا حکمت والا ہے۔

آئمہ نے پارہ اٹھارویوں کی پوری سورت النور ترجمے کے ساتھ پڑھ کر سنا دی اور کہا جس نے اپنی آنکھوں کے ساتھ دیکھا ہے ادی گلزاراں کو کسی مرد کے ساتھ وہ اللہ کی قسم کھائے اور بتائے کہ وہ سچا ہے اور اس مرد کا بھی نام بتائے جس کے ساتھ ادی گلزاراں کو دیکھا ہے آج آئمہ بہت طیش میں تھی سب آئمہ کی باتیں سن کر خاموش ہو گئے کسی نے قسم نہ کھائی سب ایک دوسرے کا منہ تک رہے تھے اس نے کہا تم لوگوں کی غیرت یہی تھی کسی نے دیکھا کچھ نہیں اور مارنے چلے تھے گلزاراں کو اس کا مطلب یہ ہے کہ تم غیرت کے نام پر اپنی بیٹیاں قربان کر دیتے ہو صرف اس لیے کہ برادری میں تمھارے نام کا چرچا ہو کہ دیکھو وہ کتنا غیرت مند تھا کہ اس نے اپنے ہی ہاتھوں سے اپنی بیٹی کا گلا گھونٹ کر مار دیا آئمہ نے روتے ہوئے کہا چاچا سائیں سب نے صرف سنا یہ کہ ادی گلزاراں کسی لڑکے کے ساتھ

تھی پر کس کے ساتھ تھی؟ کسی نے نہیں دیکھا ادی گلزاراں کی تو آج شادی تھی ناں آئمہ نے کہا آپ لوگ تصدیق بھی نہیں کرتے کہ کیا بات سچ ہے کیا جھوٹ بس ذرا سے الزام پر ہی بیٹی کو مار دیتے ہو آپ سب سے اللہ ضرور پوچھے گا۔

گلزاراں کی شادی اپنے ہی رشتے داروں میں ہو رہی تھی گلزاراں پر یہ الزام لگا تو انھوں نے گلزاراں کا رشتہ لینے سے بھی انکار کر دیا میر ہارب علی شاہ نے کہا گلزاراں کا جب کوئی قصور ہی نہیں ہے وہ بے گناہ ہے تو میں اسے اپنے گھر کی بہو بناؤں گا اسی دن ادا ریاض سے ادی گلزاراں کا نکاح پڑھا دیا گیا آئمہ نے اس دن گلزاراں کو بچا لیا

میر ہارب علی شاہ اور چاچا سائیں میں شعور تھا جو قرآن پاک میں لکھی ہوئی آیتوں کو نہیں جھٹلا سکے اور گلزاراں کی زندگی بخش دی اور عزت سے اپنے گھر کی بہو بھی بنا لیا وہ اس فرسودہ رسم و رواج کو کسی حد تک ختم کرنے میں کامیاب ہو گئی۔

مگر اب بھی کچھ لوگ تھے جو ان باتوں کو نہیں سمجھتے تھے میران شاہ کی برادری میں کوئی نہ کوئی ایسا واقعہ پیش آتا جو آئمہ کو اندر سے توڑ کر رکھ دیتا کچھ لوگ تو سمجھ جاتے اور بیٹیوں کو نہیں مارتے پر کچھ لوگ اب بھی اس فرسودہ رسم کو نبھا رہے تھے آئمہ بہت روتی اور اللہ سے شکوہ کرتی کیا قصور ہے ہم بیٹیوں کا یہ کہ ہم پیدا کیوں ہوتی ہیں؟ اچھا تو پھر یہ ہوتا ناں کہ ساری مائیں اپنی بیٹیوں کے پیدا ہوتے ہی اُنھیں مار دیں جب بھی کسی لڑکی کو کاروکاری کے نام پر مار دیا جاتا وہ بہت روتی پر آئمہ بہت بے بس تھی کچھ کر نہیں پاتی آئمہ سوچتی۔

کاروکاری رسم ہے صدیوں پرانی

پر سبھی خاموش ہیں

میری میا! جنم تو نے ہی دیا ہے مجھ کو لیکن

تو بھی اب خاموش ہے

میری میا میں تو جنموں کی ہوں باندی

اور نہ جانے کتنے جنموں سے

سبھی خاموش ہیں

بول کچھ تو، چپ یہ کیسی لگ گئی ہے

اس قدر تو کس لیے خاموش ہے

اس پرانی ظالمانہ رسم پر

کیوں یہ سب خاموش ہیں

کس لیے باندی بنا کر رکھا جاتا ہے مجھے

نہ غلطی کچھ ہو میری نہ ہو میرا کچھ قصور

کس لیے بے موت مارا جا رہا ہے پھر مجھے

کارو کاری رسم ہے صدیوں پرانی

پر سبھی خاموش ہیں

آہیں میری سن نہ پائیں سب کے سب خاموش ہیں

کیوں نہ بولوں کس لیے میں چپ رہوں

بین کرتی میری آہیں سب کے سب خاموش ہیں

بارہا مجھ کو رلایا اور تڑپایا گیا

قتل مجھ کو کر دیا بے غیرتوں نے جھوٹی غیرت کے لیے

یا کبھی زندہ جلایا حادثے کے نام پر

پھر بھی سب خاموش ہیں

کوئی تو دکھ میرا جانے، کوئی تو دکھڑا سنے

ظلم کا سورج بھی تھک کر ڈوب جاتا ہے کبھی

چاند بھی مغموم ہو کر بادلوں میں منہ چھپاتا ہے کبھی

پھر بھی سب خاموش ہیں

سب ہی پتھر کے ہوں جیسے بت یہاں

چارہ گر کوئی نہیں

اے خدا انصاف مانگوں کس سے میں بہر خدا

مجھ کو سولی پر چڑھایا اور کبھی زندہ جلایا

کچھ بتاؤ ہوا گر میری خطا

کس لیے چھینٹے لہو کے ہیں در و دیوار پر

کس لیے چپ ہیں سبھی آزاد پر

کس کی چیخیں تھک کے آخر سو گئیں

کس کی سانسیں یوں منوں منی میں آخر کھو گئیں

چپ رہو گے یونہی آخر کب تلک

بولتے کیوں کچھ نہیں

سب کے سب خاموش ہیں

....

کچھ دن بعد آئمہ کو جب یہ بات پتا چلی کہ میران شاہ ایک اور شادی کرنے کا سوچ رہا ہے تو اس نے میران شاہ سے جھگڑا کیا کہ آپ اور کتنی شادیاں کرو گے میران شاہ کو یہ بات برداشت نہیں ہوئی اُس نے آئمہ کو بے دردی سے مارا اور کہا تمھیں اس سے کیا؟

جب حمد تین ماہ کی ہوئی ایک صبح منحوس خبر سننے کو ملی کہ کل رات گاؤں میں پانی کے وارے پر جھگڑا ہوا جس میں ہارب شاہ کا قتل ہو گیا آئمہ ہارب شاہ کے اس طرح چھوڑ جانے پر بہت روئی اس کے سر سے جیسے شفیق باپ کا سایہ اٹھ گیا ہو ایک میر ہارب علی شاہ ہی تو تھا جس کی وجہ سے وہ آج اس گھر میں تھی اور اسے سکھ کا سانس ملا تھا ہارب شاہ کی وفات کے بعد میران شاہ پہلے سے بھی زیادہ بگڑ چکا تھا اکثر رات کو گھر ہی نہیں آتا اسے پتا تھا کہ اب میر ہارب علی شاہ بھی نہیں ہیں کون اسے روک ٹوک کرے گا ہارب شاہ سے ہی میران شاہ تھوڑا بہت ڈرتے تھے باقی کسی بھائی کی تو ہمت ہی نہیں ہوتی تھی کہ وہ میران شاہ کے سامنے بات بھی کر سکے آئمہ کو پتا چل چکا تھا کہ عیاشی کے لیے میران شاہ نے کراچی میں ایک اور بنگلہ خرید لیا ہے وہ جب بھی گھر آتا شراب میں دھت ہوتا اور آئمہ کو ذرا سی بات پر ہی

بہت مارتا آئمہ زندگی سے بہت تنگ آچکی تھی وہ بہت سوچتی کہ یا تو مر جاؤں یا میران شاہ کو چھوڑ کر چلی جاؤں آئمہ بس سوچتی تھی مگر عمل نہیں کرپاتی تھی جب بھی سوچتی بچوں کے چہرے آنکھوں کے سامنے آجاتے کہ ان کو کس کے سہارے چھوڑ کر جاؤں گی۔

کبھی میں سوچتی ہوں کہ

خود کو میں تجھ سے دور کرلوں

اور تجھ کو چھوڑ کر تنہا

میں تجھ سے دور ہو جاؤں

قدم میرے نہ جانے

خود بہ خود کیوں رک سے جاتے ہیں

شاید میرے بچے یاد آجاتے ہیں

نئی امید دل میں روشنی بن کر

مری دنیا سجاتی ہے

کہ شاید تم مجھے دل سے لگالوگے

مجھے اپنا بنالوگے

ایک دن میران شاہ نے آئمہ کو اپنی عادت کے مطابق شراب کے نشے میں دھت بلا وجہ بہت مارا آئمہ پہلے سے ہی زندگی سے بیزار تھی آئمہ کی برداشت ختم ہو چکی تھی آئمہ نے فصلوں کو دی جانے والی دوا کھالی دوائیاں کچھ دن پہلے ہی میران شاہ نے منگوائیں تھیں وہ دوائیاں گاؤں بھیجنا تھیں میران شاہ کے چھوٹے بھائی میر اعیان علی شاہ اس دن آئے ہوئے تھے انہوں نے کہا بھائی آئمہ مر جائے گی اسے ہاسپٹل لے کر جاؤ بہت چلائے کہ میران اور کیا کیا کرو گے ایک بیوی پہلے مر گئی دوسری بھی مر رہی ہے کیسے انسان ہیں آپ آئمہ کو لے کر ہسپتال گئے آئمہ کو ایمر جنسی وارڈ میں لے جایا گیا اُسے دو دن بعد ہوش آیا تو آئمہ نے خود کو زندہ سلامت پایا وہ بہت روئی کہ یا اللہ کیا کروں میں تو، تو موت بھی نہیں دیتا۔

مانگی میں نے موت تجھ سے، تو نے بخشی زندگی

میرے مولا کیا یہی بس اب میری تقدیر ہے

غم ہی غم ہیں، آنسوؤں سے تر ہے میری زندگی

کرب میں ڈوبے ہوئے سانسوں کی اک زنجیر ہے

آئمہ جب گھر آئی تو بہت نڈھال تھی بچے بہت رو رہے تھے اپنے بچوں کو بلکتا دیکھ کر بہت روئی اور اُس دن آئمہ نے اماں سے کہا اماں بہت ہو گیا اب، بہت ظلم آپ نے اور آپ کے بیٹے نے مجھ پر کیے میں اپنی قسمت سمجھ کر میں برداشت کرتی رہی مگر اب اور نہیں اب اگر میران شاہ نے مجھ پر ہاتھ اٹھایا تو زہر اب میں نہیں پیوں گی آپ کے بیٹے کو پلاؤں گی مار ڈالوں گی اُسے اور اس کے بچوں کو بھی بہتر اب یہ ہو گا کہ آپ اپنے بیٹے کو خود اپنی زبان میں سمجھا دیجیے کیونکہ اب یہ میرے صبر کی انتہا ہے۔

اماں آئمہ کو اس طرح اپنے سامنے بولتا دیکھ کر حیران رہ گئی کیونکہ جب سے آئمہ اس گھر میں آئی تھی آئمہ نے نہ تو کسی سے کوئی گلہ کیا تھا اور نہ کسی کو سامنے سے کچھ کہا تھا اماں اسی دن واپس گاؤں لوٹ گئی آئمہ نے سوچ لیا کہ اب وہ کبھی بھی یہ غلطی دوبارہ نہیں کرے گی میرے بعد ان بچوں کا کیا ہو گا آئمہ کی زندگی میں مقدر نے شاید صرف خزاں ہی لکھی تھی بہار اس کی زندگی میں آنا ناممکن تھی مگر پھر بھی آئمہ نے امید کا دامن نہیں چھوڑا بچوں کی مسکراہٹ میں اپنی جینے کی امنگ تلاش کر لیتی کہنے کو تو آئمہ اب زندہ لاش بن چکی تھی پر پھر بھی اس لاش کو اپنے ہی کندھوں پر اٹھائے بچوں کی زندگی میں خوشیاں بھرنا چاہتی تھی۔

آئمہ نے ہر دکھ سہا ہر تکلیف برداشت کی مار کھائی گالیاں سنیں جو آئمہ کی روح تک کو چھلنی کر دیتی تھیں اور بلاوجہ کا میران شاہ کا شک جو اسے اندر سے توڑ دیتا تھا آئمہ نے اپنے درد کا ساتھی رب کو اور قلم کو بنالیا تھا وہ نماز پڑھتی جائے نماز پر بیٹھ کر سب کچھ اپنے رب سے کہہ دیتی اور پھر سب کچھ اپنی ڈائری میں تحریر کر دیتی آج ڈائری کے صفحات پر لکھتے ہوئے اُس نے سوچا کہ میں نے اپنے وجود کو مسخ ہونے سے بچانے کے لیے قلم کا سہارا لیا ہے کہ شاید رفتہ رفتہ میرے اندر کے دکھ ختم ہو جائیں اور میں بھی ایک عام عورت کی طرح اپنی زندگی سکون سے گزار سکوں ماضی کی تلخ یادوں سے وہ کبھی باہر آ ہی نہیں سکی تھی آج پھر اسے ماضی کی تلخ یادوں نے جھنجوڑ کر رکھ دیا تھا۔

وہ سوچنے لگی کہ دھیرے دھیرے اندر سے میں کہیں ٹوٹتی گئی میرے وجود کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے ریزہ ریزہ ہوتے وجود کے ساتھ مجھے اگر کسی ذات نے سہارا دیا تو وہ تھی پاک پروردگار کی ذات اور مجھے صرف ایک اسی رشتے میں سچائی نظر آئی جو بندے کا اپنے رب سے سچا رشتہ ہے کیونکہ کہتے ہیں کہ رب تو غفور و رحیم ہے وہ تو ہر وقت اپنے بندے کے لوٹ آنے کا انتظار کرتا ہے وہ رب کے بہت قریب ہو گئی تھی ایک رب کی ذات ہی تو ہے جو بندے کو مایوس نہیں کرتی اس نے لکھتے ہوئے سوچا دکھ پر دکھ اور سب سے دور ہونا ہی میرا مجھے اپنے رب کے قریب لے گیا میرا وجود کس لیے میری نظروں میں اب تک بے معنی ہے میرے اندر کے دکھ اور کرب آخر کب ختم ہوں گے؟ یا پھر ایک دن میرا لکھنا ہی مجھ سے میرے وجود کو ملا دے گا اور اس دن میرے چہرے پر طمانیت اور سکون ہو گا کہ

ہاں آج میں نے خود کو کھوج لیا ہے کہ میں کیا ہوں کون ہوں میرے وجود کی سچائی کیا ہے اور شاید لکھنے کے بعد ہی میں نے اپنی ذات کو تسلیم کیا ہے کیونکہ میں نے اپنے سارے دکھ کاغذ پر اتار دیے ہیں اور رب کے آگے بیان کر دیے ہیں کسی نے مجھ پر بھروسہ نہیں کیا بھائی باپ یا ماں یا کوئی اور ایک رب ہی تو تھا جس نے مجھ سے کوئی سوال نہیں کیا جس نے ہر قدم پر میرا ساتھ دیا جس نے مجھ سے کوئی گواہی نہیں مانگی۔

وقت دھیرے دھیرے گزرتا رہا جب بھی عید آتی آئمہ بہت روتی اسے ماں بابا اور بہن بھائی سب بہت یاد آتے وہ کسی سے ملنے بھی نہیں جاسکتی تھی اسے ہر عید پر یہی انتظار ہوتا کہ شاید اس بار بابا ماں کے ساتھ آجائیں اور اسے گلے سے لگالیں۔ وہ مائلہ کے گھر جب بھی جاتی رومیشہ، حاشر اور کبھی ماں چوری چھپے ملنے آجاتیں تھیں آئمہ اندر سے ٹوٹتی جارہی تھی پر اس نے یہ بات کبھی کسی پر ظاہر نہیں کی کہ میران شاہ اسے مارتا ہے یا شراب پیتا ہے وہ اپنے دکھ سب سے چھپانا سیکھ چکی تھی اب تو اس نے خدا سے شکوہ کرنا بھی چھوڑ دیا تھا چپ سادھ لی تھی وہ دو بچوں کی ماں بن چکی تھی بچے بڑے ہوگئے تھے پر اس کے درد میں کوئی کمی نہیں آئی تھی وہ اکثر اپنے بابا کی باتیں یاد کرتی اور بہت روتی کہ بابا کتنا سمجھاتے تھے پر اس نے کبھی بابا کی باتوں پر دھیان نہیں دیا تھا۔

بس دن رات دعائیں کرتی رہتی تھی کہ بابا اور بھائی مان جائیں اسے اپنے اللہ پر پورا بھروسہ تھا کہ ایک دن اس کے دکھ درد کے دن ختم ہوجائیں گے اسے سکھ کی زندگی نصیب ہوگی۔

میری قسمت میں خوشی بھی کچھ تو ہونا چاہیے

دکھ ہی دکھ لکھے ہیں تو نے سکھ بھی لکھنا چاہیے

تو نے جب اپنوں کو جدا کر بھی دیا

توسب کو پھر سے ملانا چاہیے

....

پچھلے کچھ دنوں سے اماں کی طبیعت خراب رہتی تھی میران شاہ اماں کو گھر لے آیا تھا آئمہ نے اماں کی بہت خدمت کی اماں تقریباً چھ ماہ تک آئمہ کہ پاس رکی اماں نے ایک دن اُسے کہا بیٹا مجھے معاف کر دو جو کچھ میں نے تمھارے ساتھ کیا نہیں معلوم زندگی کے کتنے دن باقی ہیں میں نے تمھارے ساتھ بہت برا کیا ہے اور تم پھر بھی میرا اتنا خیال رکھتی ہو آئمہ نے کہا اماں آپ بڑی ہیں مجھ سے معافی مانگ کر مجھے گنہگار مت کیجیے آپ کی خدمت کرنا تو میرا فرض ہے اماں بہت شرمندہ ہوئیں کہ وہ اُس کی قدر نہ کر سکیں اماں چھ ماہ رکنے کے بعد گاؤں واپس چلی گئیں۔

میران شاہ دن بہ بدن مزید بگڑتا جا رہا تھا آئمہ کے سامنے ہی دوسری لڑکیوں سے باتیں کرتا وہ کچھ نہ کہتی بس چپ رہتی آئمہ جیسے پتھر کی بن گئی تھی۔

آئمہ جس نے کبھی چائے کا ایک کپ نہیں بنایا تھا وہ اب کچن میں سارا دن نظر آتی خود کو مصروف رکھنے کے لیے گھر کے سبھی کام خود کرتی کھانا بناتی بچوں میں خود کو بزی رکھتی کبھی کتابیں پڑھتی اس کی زندگی اسی گھر سے شروع ہو کر اسی گھر کی چار دیواری میں ختم ہو گئی تھی۔

وقت گزرتا رہا آئمہ کی شادی کو چھ سال ہو گئے آئمہ کو جب یہ بات معلوم ہوئی کہ وہ پھر سے ماں بننے والی ہے وہ بہت خوش ہوئی دن رات اللہ سے رو رو کر دعائیں مانگتی کہ یا اللہ اس بار تو مجھے بیٹے سے نواز دینا۔

اُسے جب پتہ چلا کہ حاشر کی شادی ہو رہی ہے وہ بہت خوش ہوئی بہت دعائیں مانگیں کہ بابا مان جائیں اور وہ حاشر کی شادی میں جا سکے بیٹے کی پیدائش سے دو ماہ پہلے ہی اچانک عفان بھائی اور وردہ بھابھی اُس سے ملنے آ گئے آئمہ کے آنسو رک ہی نہیں رہے تھے اُسے یقین ہی نہیں ہو رہا تھا کہ رب نے اسکی دعا قبول کر لی ہے عفان بھائی آئمہ کو گلے لگا

کر بہت روئے آئمہ نے عفان بھائی کو نکاح نامہ دکھایا تو عفان بھائی کی آنکھوں میں آنسو آ گئے کہنے لگے آئمہ تمھیں سب نے بہت دکھ دیا ہے ہو سکے تو سب کو معاف کر دینا ہم نے تمھیں سمجھنے میں غلطی کر دی۔

عفان بھائی نے کہا "کملیے تمھیں پتا ہے کہ عزت کانچ کی طرح نازک ہوتی ہے اس پر ذرا سی بھی گرد جم جائے تو وہ کسی جوگی نہیں رہتی"۔

آئمہ نے روتے ہوئے کہا "ویر جی عزت پر ہی تو حرف آ گیا تھا میری" ذرا سی غلطی نے آپ سب کی عزت مٹی میں ملا دی میران شاہ نے میرے لیے دوسرا راستہ چھوڑا ہی نہ تھا میں کیا کرتی۔ مجھے آپ سب کو چھوڑ کر آنا پڑا عفان نے روتے ہوئے کہا تمھیں کیا پتا کتنی اذیت سہنی پڑی ہمیں، لوگوں نے طعنے دے دے کر مار دیا۔ میران شاہ نے "مٹی میں رول دی ہماری عزت" چلو نکاح ہی کیا تھا نا نکاح نامہ دے دیتا یہ تو نہ کہتا کہ میں نے آئمہ سے نکاح ہی نہیں کیا ہماری عزت یوں مٹی میں نہ رُلتی آئمہ عفان کے گلے لگ کر روئے جا رہی تھی وردہ بھابھی بھی بہت روئی عفان بھائی نے کہا آئمہ میں بابا سے خود بات کروں گا اتنے عرصے میں عفان بھائی بھی بابا سے نہیں ملے تھے آئمہ کی ذرا سی غلطی نے سب رشتے توڑ کر رکھ دیے تھے۔

حاشر کی شادی سے چھ دن پہلے آئمہ کو بیٹا ہوا عفان بھائی وردہ بھابھی کو آئمہ کے پاس ہی چھوڑ گئے آئمہ بہت خوش تھی دونوں بچیوں کی پیدائش پر اس کے پاس اُس کا اپنا کوئی نہیں تھا اور دہ بھابھی ایک ماہ تک آئمہ کے پاس رکیں میران شاہ بیٹے کی پیدائش پر بہت خوش تھا آئمہ نے بیٹے کا نام میر اذان علی شاہ رکھا آئمہ حاشر کی شادی میں نہیں جا سکی پر حاشر اپنی شادی کے تیسرے دن ہی اپنی نئی نویلی دلہن کو لے کر آئمہ کے پاس آ گیا حاشر کی پسند کائنات بھابھی بہت پیاری تھیں میران شاہ اذان کے پیدا ہونے کے بعد بہت بدل گیا آئمہ کا خیال رکھنے لگا تھا۔

....

آخر کار کائنات بھابھی اور سب نے مل کر بابا کو منا ہی لیا اذان اس وقت پانچ ماہ کا ہو چکا تھا آئمہ کو بابا سے ملے پورے سات سال بیت چکے تھے۔

جب فون پر آئمہ نے بابا کی لرزتی ہوئی آواز سنی بابا نے کہا آئمہ بیٹا میں نے تمھیں معاف کیا مجھ سے ملنے آجاؤ میری بچی تمھیں دیکھنے کو میری آنکھیں ترس گئیں ہیں آئمہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی بابا بھی بہت روئے اُسے یقین نہیں آرہا تھا کہ رب نے سات سال بعد اس کی دعائیں قبول کر لی ہیں۔ آج اپنے رب پر اس کا یقین مزید پختہ ہو گیا کہ رب عمر بھر کی دعائیں کبھی رائیگاں نہیں کرتا بس کبھی دیر سے اور کبھی جلدی سن لیتا ہے۔

اُس نے سوچا کبھی ایسا ہوتا ہے ہمارے ساتھ کہ ہم چلتے ایک قدم بھی نہیں ہیں پر ہمارے چہرے پر صدیوں کی تھکن اُمڈ آتی ہے ہم میں ایک قدم چلنے کی سکت بھی نہیں ہوتی ہم اگر چاہیں بھی کہ ایک قدم چلا جائے مگر ہمارے قدم ہمیں ایسے محسوس ہوتے ہیں کہ جیسے منوں وزن ہمارے ہی قدموں پر کسی نے رکھ دیا ہو تب ہم یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتے ہیں کہ ہم زندگی سے ہار چکے ہیں ہم نے اگر ایک قدم بھی اٹھایا تو ہم گر جائیں گے اور تھامنے والا بھی کوئی نہیں ہو گا تب ہم مایوسی میں گھِر جاتے ہیں پر ہم یہ بھول جاتے ہیں کہ رب کریم کی بابرکت ذات ہے ہمارے ساتھ جو ہمیں مایوسی سے نکال سکتی ہے۔بس ہمارے ہی ایک قدم رب کی طرف بڑھانے کی دیر ہوتی ہے۔

وہ خدا کا شکر بجالائی کہ میرے مالک تو نے مجھے کبھی اپنی ذات سے مایوس نہیں کیا۔۔۔

اُس نے میران شاہ کو کال کر کے بتایا کہ بابا مان گئے ہیں میران شاہ کو بھی یقین نہیں آیا پر جب عفان بھائی کا فون آیا انھوں نے کہا ہم ابھی اسلام آباد کے لیے نکل رہے ہیں تم بھی آئمہ کو لے کر آجاؤ آئمہ کے لیے پل پل گزارنا مشکل ہو رہا تھا کہ وہ سات سال بعد بابا کے سامنے کیسے جائے گی اس نے سات سال گن گن کر گزارے تھے۔

جب وہ بابا کے سامنے گئی بابا آئمہ کو دیر تک گلے سے لگائے بچوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کر روتے رہے آئمہ بھی بہت روئی عجیب منظر تھا سب رو رہے تھے سب کی آنکھوں میں آنسو تھے سات سال بعد آئمہ نے بابا کو دیکھا تھا بابا

کی عمر اتنی زیادہ تو نہیں تھی مگر وہ وقت سے پہلے ہی بوڑھے ہو گئے تھے اُسے معلوم تھا کہ یہ دکھ میں نے ہی اُن کو دیا ہے جو وقت سے پہلے ہی ان کی کمر جھک گئی ہے آئمہ تین دن تک بابا کے پاس رکی پھر گھر آ گئی بابا روز اسے فون کر کے پوچھتے آئمہ بیٹا تو خوش تو ہے ناں آئمہ کہتی ہاں بابا میران میرا بہت خیال رکھتے ہیں۔

کبھی نہ جھوٹ بولنے والی آئمہ اب جھوٹ بولنے لگ گئی تھی وہ نہیں چاہتی تھی کہ وہ سب کو یہ بتا کر دکھی کرے کہ میران شاہ نے ہر لمحہ اسے بہت تڑپایا ہے وہ بتا کر کسی کو بھی کوئی دکھ نہیں دینا چاہتی تھی وہ چاہتی تھی کہ یہ بھرم عمر بھر رہے کہ آئمہ میران شاہ کے ساتھ بہت خوش ہے وہ بابا سے ملنے کے بعد بہت خوش رہنے لگی تھی۔ آئمہ سے ملنے کے کچھ عرصے بعد ہی بابا اس دنیا سے چلے گئے۔ آئمہ کو بابا کے چلے جانے کا بہت دکھ تھا وہ بابا کے ساتھ اتنا وقت نہیں گزار سکی تھی وہ جب بھی بابا کو یاد کرتی رو پڑتی اُس کے دل سے یہ بات نہیں جاتی تھی کہ اس نے بابا کو بہت رلایا ہے بہت اذیت دی ہے وہ بہت روتی اور رب سے کہتی کہ یا اللہ کاش میران شاہ میری زندگی میں نہ آیا ہوتا وہ بابا کو یاد کر کے بہت روتی وہ ماں کے گھر جاتی پر کبھی ایک رات بھی نہیں رکتی یہ نہیں تھا کہ اسے ماں سے پیار نہیں تھا وہ جب بھی بابا کے گھر جاتی اسے بابا کی غیر موجودگی بہت ستاتی۔ جس آنگن میں وہ بابا کی انگلی پکڑ کر چلنا سیکھی تھی اُسے بابا کے بنا وہ گھر بالکل سونا لگتا تھا اس لیے وہ ماں سے مل کر لوٹ آتی۔

....

آئمہ نے اپنی زندگی بچوں کے لے وقف کر دی تھی وہ سوچتی جب قیامت کے روز عالیہ سے سامنا ہو گا تو میں اسے فخر سے کہہ سکوں گی کہ عالیہ جن بچوں کو تم اللہ کے سپرد چھوڑ آئی تھی میں نے انھیں کبھی بھی ماں کی کمی محسوس نہیں ہونے دی انھیں اس قابل بنا دیا ہے کہ وہ سر اٹھا کر چل سکیں میران شاہ کے خاندان میں مینال پہلی بچی تھی جس نے سات سال کی عمر میں قرآن پاک پڑھا تھا۔

آئمہ نے میران شاہ کی کسی بھی غلطی کی سزا حسنین اور مینال کو نہیں دی تھی مینال کے رشتے کو لے کر بہت بار آئمہ اور میران شاہ کا جھگڑا ہو جاتا آئمہ نے کہا عالیہ کے چلے جانے کے بعد میں نے مینال کو پالا ہے مینال میری بیٹی ہے شاہ جی اس کی زندگی کا فیصلہ آپ کیسے کر سکتے ہیں وہ کہتی آپ کیسے سنگدل باپ ہیں آپ جانتے ہیں کہ آپ کے بھائی کے بچے پڑھتے نہیں ہیں۔ آپ اپنی بچی کو وہاں کیسے بیاہ سکتے ہو وہ مینال کے لیے لڑتی ہی رہی مینال میٹرک کلاس میں آگئی تھی اُس پر سب کا دباؤ تھا کہ مینال اب اور آگے نہیں پڑھے گی میران شاہ کی بھی یہی مرضی تھی میران شاہ نے اُسے سختی سے کہہ دیا کہ پہلے ہی میں اپنی برادری کے اصولوں کے خلاف جا کر اپنے بچوں کو پڑھا رہا ہوں یہی بہت ہے ۔

اور مزید نہیں کچھ بھی ہو جائے مینال کے میٹرک کرتے ہی مینال کی شادی کر دوں گا بچے جب بھی گھر میں جھگڑا دیکھتے بہت پریشان ہو جاتے۔

آئمہ روز رو کر دعا مانگتی یا اللہ میری مدد کر میں یہ ناانصافی کیسے مینال کے ساتھ کر سکتی ہوں اگر مینال کی جگہ آیت ہوتی تو کیا میں یہ زیادتی آیت کے ساتھ ہونے دیتی مینال کو بے شک میں نے جنم نہیں دیا مگر پالا تو ہے۔ تو جانتا ہے کہ مینال کے ساتھ میں نے کبھی برا نہیں کیا اسے میں نے اپنی اولاد سمجھ کر پالا ہے جو کچھ میرے ساتھ ہوا میں نے تو تجھ سے شکوہ بھی نہیں کیا۔ مینال اُس ماحول میں کیسے رہے گی آئمہ خاموش رہنے لگ گئی تھی آئمہ کو اندر ہی اندر یہ غم کھائے جا رہا تھا کہ مینال کو کیسے اس جہنم میں پھینک دے آئمہ کی طبیعت خراب رہنے لگ گئی ڈاکٹر کو چیک اپ کروانے کے بعد پتا چلا کہ آئمہ کے دل کا سائز تیزی سے بڑھ رہا ہے میڈیکل رپورٹس دیکھ کر میران شاہ بھی بہت پریشان ہوا آئمہ نے کہا" شاہ جی اگر مجھے کچھ ہو جائے تو میری آخری خواہش ضرور پوری کر دیجیے گا۔

میران شاہ کی آنکھوں سے آنسو نکل پڑے میران شاہ نے کہا" آئمہ کیسی باتیں کر رہی ہو اللہ نہ کرے تمھیں کچھ ہو آئمہ نے کہا" شاہ جی زندگی کا کیا بھروسہ بس میری آخری خواہش یہ ہے کہ آپ مینال کو ڈاکٹر ضرور بنائیے گا اور مینال کی شادی اپنے خاندان میں مت کیجیے گا کسی پڑھے لکھے خاندان میں کیجیے گا پلیز میں نہیں چاہتی کہ مینال کی زندگی

جہنم بن جائے میران شاہ نے کہا آئمہ جیسا تم چاہو گی میں ویسا ہی کروں گا بس تم جلدی سے ٹھیک ہو جاؤ آئمہ اپنی طبیعت کو لے کر بہت پریشان ہو گئی اسے لگتا تھا کہ وہ اب زندہ نہیں رہے گی اسے سب سے زیادہ فکر اپنے بچوں کی تھی کہ اگر اسے کچھ ہو گیا تو بچوں کا کیا ہو گا میران شاہ نے جب سے ڈاکٹر سے بات کی تھی بہت پریشان رہنے لگ گیا تھا آئمہ کو اچھے سے اچھے ڈاکٹرز کو دکھایا کچھ عرصہ بعد آئمہ بالکل تندرست ہو گئی آئمہ نے شکر ادا کیا کہ رب نے اسے زندگی بخش دی۔

وقت کیسے گزر گیا پتہ نہیں چلا حسنین انجینئرنگ کے آخری سال میں تھا مینال بارہویں جماعت میں، آیت نویں، حمد ساتویں اور اذان چوتھی جماعت میں آ چکا تھا میران شاہ نے پھر سے مینال کے رشتے کو لے کر گھر میں ہنگامہ مچا رکھا تھا پر آئمہ نے صاف کہہ دیا شاہ جی میں ہرگز مینال کا رشتہ آپ کے خاندان میں نہیں کروں گی۔

ہاں آپ کے خاندان میں کوئی پڑھا لکھا لڑکا ہے تو بتائیے میں انکار نہیں کروں گی ورنہ میں مینال کو زہر دے دوں گی یہ یاد رکھیے گا شاہ جی! وہ میری زندگی تھی جو آپ نے برباد کی یہ میری بیٹی کی زندگی ہے اسے کسی قیمت پر میں آپ کو برباد نہیں کرنے دوں گی

میران شاہ نے کہا پڑھے لکھے کو کیا کرنا میری بہن کا بیٹا ہے میں خود اسے کاروبار کر کے دوں گا گاڑی بنگلہ زیور ہر چیز دوں گا مینال کو جہیز میں کسی چیز کی کمی نہیں آنے دوں گا مگر آئمہ نے کہا شاہ جی آپ کا تو دماغ خراب ہے مگر میرا نہیں اپنی بیٹی بھی دے رہے ہیں اور پیسہ بھی آپ کی بہن کا بیٹا خود کما کر نہیں کھلا سکتا اور آپ کے خیال میں کیا میں اپنی بیٹی اسے دے دوں گی آئمہ نے کہا شاہ جی سن لی میں نے آپ کی بات۔ اب اگر آپ نے مجھ سے مینال کے رشتے کی بات کی تو میں بھول جاؤں گی کہ آپ میرے شوہر ہیں اور آپ بھول رہے ہیں آپ نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ آپ مینال کی شادی کسی اچھی جگہ کریں گے ابھی اسے پڑھنے دیجیے۔ میں چاہتی ہوں میری بیٹی ڈاکٹر بنے ان شاءاللہ میں اسے ڈاکٹر بنا کر رہوں گی آپ مجھے منع نہیں کر سکتے کیونکہ اب میں آپ کی ایک بات نہیں سنوں گی۔

میران شاہ نے آئمہ کو رشتے سے انکار کرنے پر بہت مارا بچے سہم گئے مینال نے کہا" مما آپ بابا سے الگ کیوں نہیں ہو جاتیں وہ مینال کی شکل دیکھتی رہ گئی کہ اس کی بیٹی اسے کیا کہہ رہی ہے آئمہ نے کہا مینال بیٹا آپ کیسی باتیں کر رہی ہیں مینال نے کہا" مما آپ کا درد چاہے بابا کو نظر نہیں آتا پر مجھے نظر آتا ہے سولہ سال کی مینال اُس کی آنکھوں میں وہ کرب دیکھ چکی تھی جسے آئمہ اب تک سب سے چھپاتی آئی تھی۔

مینال نے کہا" مما میں اب اتنی چھوٹی بچی نہیں ہوں کہ آپ کے اور بابا کے درمیان جو رشتہ ہے اس کو سمجھ نہ سکوں آپ کو بچپن سے دیکھتی آئی ہوں اور آپ ہیں کہ کس مٹی کی بنی ہوئی عورت ہیں جو بابا کا ہر ظلم سہتی چلی آرہی ہیں میں جانتی ہوں آپ اندر سے مکمل ٹوٹ چکی ہیں اور پھر بھی آپ مسکراتی رہتی ہیں کس لیے ہمارے لیے مینال آج اپنی بیٹی کو حیران کن نظروں سے دیکھتی رہی کہ اس کی بیٹی کیا اتنی بڑی ہو گئی ہے جو آج اتنی بڑی بڑی باتیں کر رہی ہے۔ آئمہ نے کہا بیٹا ایسا کچھ نہیں ہے آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ میں اور آپ کے بابا ایک دوسرے کے ساتھ بہت خوش ہیں ورنہ ہم کیا اتنے سال ایک دوسرے کے ساتھ رہ لیتے۔ مینال نے کہا" مما آپ سب سے جھوٹ بول سکتی ہیں مگر آپ کی ڈائری کے وہ اوراق جن پر بابا کی بے وفائی کی تحریریں محفوظ ہیں کیا وہ بھی سب جھوٹ ہیں؟

یہ سن کر آئمہ کا دماغ چکرا گیا کہ مینال نے اس کی ڈائری پڑھ لی تھی جب ہی مینال اتنے وسوق کے ساتھ اس کا اور میران شاہ کا رشتہ بیان کر رہی تھی آئمہ نے سوچا زندگی کی گہرائی دراصل ہمارے ہی لفظوں میں چھپی ہوتی ہے جیسے جیسے وقت اور حالات بدلتے جاتے ہیں ہم لفظوں کی گہرائی سمجھتے چلے جاتے ہیں شاید یہی وجہ ہے کہ مینال میرے اور میران شاہ کے رشتے کی سچائی جان چکی ہے۔

مینال نے کہا مما میں جانتی ہوں آپ نے یہ سب ہمارے لیے برداشت کیا کہ میرے بچے نہ بکھر جائیں اُن کا مستقبل نہ کہیں خراب ہو جائے آئمہ کی آنکھوں سے آنسو چھلکنے کو تیار تھے پر ہمیشہ کی طرح اُس نے انھیں اپنے آنکھوں میں ہی جذب کر لیا اور سوچا آنکھوں میں آنسو ہوں اور ان آنسوؤں کو اپنی ہی آنکھوں میں جذب کر لینا شاید ضبط کی آخری حد ہے۔۔

آئمہ نے کہا" بیٹا یہ باتیں آپ کے سوچنے کی نہیں ہیں آپ کے پیپرز ہونے والے ہیں اُن کی تیاری کرو۔ مینال نے کہا مما! سچ میں آپ بہت باہمت ہیں۔ آئمہ نے کہا" بیٹا باہمت لوگ کبھی نہیں ہارتے کیونکہ ان میں جیت جانے کا جذبہ ہوتا ہے بلکہ میری نظر میں تو باہمت لوگ ہر اک بات سے سبق سیکھتے ہیں اور عزم و حوصلے سے زندگی گزارتے ہیں۔ ان کی یہ لگن ایک دن اُن کو ایک اعلیٰ مقام عطا کرتی ہے اس لیے دل لگا کر پڑھو خوب محنت کرو اور مجھے ڈاکٹر بن کر دکھاؤ، یہی میری خواہش ہے اور یہی میری جیت"۔

مینال بہت اچھے نمبروں سے پاس ہوئی اور اُس نے انٹری ٹیسٹ بھی کلیر کر لیا آئمہ نے میران سے لڑ جھگڑ کر زبردستی مینال کا داخلہ میڈیکل کالج میں کروا دیا۔

وہ جب کبھی میران شاہ سے شکایت کرتی تو میران اُس سے کہتے کس چیز کی کمی ہے تمھیں؟ دنیا کی ہر چیز تمھارے گھر میں موجود ہے آئمہ خاموش ہو جاتی اُسے یہ سب نہیں چاہیے تھا اُس کی آنکھوں میں بہت سے خواب تھے جو ٹوٹ گئے تھے اُس نے تو ایک خوبصورت سی زندگی سوچی تھی کہ وہ صرف پیار چاہتی تھی اس نے خود کے بارے میں سوچنا چھوڑ دیا کہ اسے کیا چاہیے تھا۔ اس نے ساری توجہ بچوں کی طرف مبذول کر دی اور خود کو بھول گئی۔ بچے اسکول چلے جاتے تو وہ کتابیں پڑھتی زندگی کیا ہے وہ اس کا فلسفہ ہی بھول گئی تھی۔ اُس کے پاس بہت سا زیور تھا مگر وہ کچھ نہیں پہنتی تھی اُسے کسی چیز میں دلچسپی نہیں رہی تھی۔ کبھی کبھار جب اُس کے بچے اسے بہت کہتے تو وہ ایک سمپل سی چین جس پر آئمہ لکھا ہوا تھا پہن لیتی۔

....

وقت گزرتے پتا نہیں چلا آئمہ کی بہن کے بچے بھی بڑے ہو گئے تھے کبھی کبھار آنا جانا لگا رہتا اچانک ایک بری خبر سننے کو ملی کہ آئمہ کی بہن کا بیٹا احمد میران شاہ کے دوست رئیس حمزہ خان کی بیٹی فزا کے ساتھ فرار ہو گیا ہے۔

میران شاہ بہت غصے میں تھے انھوں نے آئمہ کو صاف صاف کہہ دیا تھا کہ اگر احمد اور فزانہ ملے تو میں تمھیں طلاق دے دوں گا۔

آئمہ کی زندگی تو پہلے ہی دکھوں سے بھری پڑی تھی اُسے اپنی کہانی دہراتی ہوئی نظر آئی وقت نے ایک بار پھر اس کے زخم تازہ کر دیے تھے اس کی چھوٹی سی غلطی کی اسے بہت بھاری قیمت چکانا پڑی تھی ساری زندگی اس نے درد کو ڈھویا تھا میران شاہ اور اس کی فیملی نے جو اس کے ساتھ کیا تھا وہ سب اسے یاد تھا۔ ذرا ذرا سی بات پر میران شاہ اس کی کھال ادھیڑ کر رکھ دیا کرتا تھا۔ آئمہ نے سولہ سال میران شاہ کی چوکھٹ پر اس کی اور اس کے والدین اور اس کے بچوں کی خدمت کرتے ہوئے گزار دیے تھے اور اسے کبھی صلہ نہیں ملا تھا جو اسے اب امید ہوتی۔

اُس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے وہ خدا کے سامنے گڑ گڑانے لگی واہ میرے مولا تو نے ایک اور آزمائش رکھ دی۔ پہلے پہل تو میں بہت رویا کرتی تھی تجھ سے شکوہ بھی کیا کرتی تھی مگر اب تو تجھ سے شکوہ کرنا بھی چھوڑ دیا میں نے چپ سادھ لی اپنی قسمت سمجھ کر سب قبول کر لیا تھا پر اب پھر ایک نئ آزمائش میرے سامنے آ کھڑی ہوئی ہے۔

وہ تین بچوں کی ماں بن چکی تھی بچے بڑے ہو گئے تھے پر اس کے درد میں کوئی کمی نہیں آئی تھی وہ اکثر اپنے بابا کی باتیں یاد کرتی اور بہت روتی کہ بابا کتنا سمجھاتے تھے پر اس نے کبھی بابا کی باتوں پر دھیان نہیں دیا تھا۔

آج سولہ سال بعد ایک نئ کہانی نے جنم لیا تھا وہ بہت پریشان تھی کہ اب کیا ہو گا آئمہ نے اپنے بھائیوں کو کال کی اور کہا احمد اور رئیس حمزہ خان کی بیٹی فزا دونوں کہیں چلے گئے ہیں میران بہت غصے میں ہیں پلیز ان کو ڈھونڈنے میں مدد کیجیے آئمہ کے دونوں بھائی عفان اور حاشر آئمہ کے گھر آنے کے لیے نکل پڑے۔

....

رات تک آئمہ کے گھر پہنچ گئے میران شاہ نے عفان اور حاشر سے کہا کہ فزا اور احمد کو ڈھونڈنے میں میری مدد کرو

عفان اور حاشر نے احمد کے جتنے بھی دوست تھے سب سے رابطہ کیا اور احمد کا معلوم کیا کسی کو بھی علم نہیں تھا کہا احمد کہاں غائب ہو گیا ہے، کس کے پاس ہے۔

احمد کی لاسٹ لوکیشن کراچی کی تھی وہ کراچی احمد کے دوست عمران کے پاس گئے ان سے معلوم کیا عمران نے کہا کہ ہاں کل رات احمد تقریباً گیارہ بجے تک میرے ساتھ ہی تھا مگر مجھ سے احمد نے تو کوئی ایسی بات نہیں کی۔ جس سے مجھے اندازہ ہو سکے کہ وہ صبح فزا کے ساتھ کہیں جانے والا ہے۔

میران شاہ نے ہر جگہ معلوم کر لیا پر احمد اور فزا کا کچھ پتہ نہیں چلا رئیس حمزہ خان کی حالت دن بہ دن خراب ہوتی جا رہی تھی ان کی عزت کا مسئلہ تھا کہ بیٹی گھر سے فرار ہو گئی لوگوں کو کیا منہ دکھائیں گے۔

جاننے والوں کو یہ بتایا جا رہا تھا کہ رئیس حمزہ خان کے بھائی رئیس عزیز حمزہ کا بیس سالہ بیٹا رئیس زید حمزہ اغوا ہو گیا ہے انھوں نے اپنی عزت بچانے کے لیے زید کو فوراً دبئی بھیج دیا تاکہ زید کی موجودگی کسی کو شک میں مبتلا نہ کرے۔

دن گزرتے جا رہے تھے میران شاہ کا غصہ بڑھتا جا رہا تھا کیونکہ میران علی شاہ اور رئیس حمزہ خان میں بہت گہری دوستی تھی اور دونوں بزنس پارٹنر بھی تھے میر میران علی شاہ کے کہنے پر ہی رئیس حمزہ خان نے اپنی فیکٹری میں احمد کو مینیجر رکھا تھا۔

احمد کا فیکٹری کے سلسلے میں اکثر گھر آنا جانا لگا رہتا تھا رئیس حمزہ خان احمد پر بہت بھروسہ کرتا تھا کیونکہ میران شاہ نے اس کی گارنٹی لی تھی اور اسے گھر کا بچہ کہہ کر متعارف کروایا تھا مگر میران شاہ نے نہیں سوچا تھا کہ اُس کے بھروسے کو ٹھیس پہنچے گی۔

احمد کے دوست عمران سے چند معلومات کے سوا کچھ نہ مل سکا۔ عمران نے کہا کہ "تقریباً ایک ماہ پہلے ہم سب دوست لاہور گئے تھے ہم سب دوست ایک ہی ہوٹل میں ٹھہرے تھے مگر احمد حاشر ماموں کے سالے وسیم سہیل کے ایک دوست کے پاس رکا تھا ان کا نام جاوید تھا عمران نے کہا مجھے صرف اتنا علم ہے"۔

وہ کیوں الگ رہا یہ علم نہیں ہمارے پوچھنے پر احمد نے یہ کہا کہ حاشر ماموں نے جاوید انکل کے نام ایک پیغام دیا تھا اسی سلسلے میں میں ان کے پاس گیا تھا میران شاہ کا غصہ دن بہ دن بڑھتا جا رہا تھا میران شاہ نے فون کی لسٹیں نکلوا لیں سب سے زیادہ فون پر بات چیت احمد اور وسیم سہیل کی تھیں۔

رئیس حمزہ خان شرم کے مارے گھر سے باہر نہیں نکل رہا تھا اس نے میران شاہ کو بلا کر کہا کہ احمد تمھاری بیوی کا بھانجا ہے اور تم ہی نے اس کی گارنٹی لی تھی اس لیے اب یہ تمھاری ذمہ داری ہے کہ تم مجھے میری بیٹی لا کر دو میں کچھ نہیں جانتا میران شاہ پاگلوں کی طرح احمد کو ڈھونڈ رہا تھا کیونکہ رئیس حمزہ خان کی نظر میں میران شاہ شک کے دائرے میں کھڑا تھا کہ شاید یہ سب کچھ میران شاہ کے کہنے پر تو نہیں ہوا میران شاہ کو وسیم پر شک ہوا اور اس نے وسیم اور احمد کی کالز کی لوکیشنز بھی ٹریس کروا لیں جن سے اس کا شک یقین میں بدل گیا کہ ہو نہ ہو وسیم ہی احمد کے پلان میں شامل ہے اس بات کا اظہار اس نے عفان اور حاشر سے کیا حاشر نے کہا کہ "میران شاہ میں وسیم سہیل سے معلوم کرتا ہوں اگر وہ احمد کے پلان میں شامل ہے تو مجھے ضرور بتا دے گا"۔

حاشر نے وسیم سے پوچھا کہ کیا وہ احمد کے پلان کے بارے میں کچھ جانتا ہے تو وہ بتا دے وسیم نے کہا کہ وہ کچھ بھی نہیں جانتا وہ احمد سے دو دن پہلے ملا ضرور تھا ہم ایک شادی میں بھی ساتھ تھے پر احمد نے مجھ سے کوئی بھی ایسی بات نہیں کی جس سے یہ لگے کہ وہ کہیں جا رہا ہے۔ حاشر کے بہت اصرار کرنے کے باوجود وسیم نے لاعلمی کا اظہار کیا کہ اس کی اور احمد کی دوستی بے شک ہے پر احمد نے فزا کی مجھ سے کبھی کوئی بات نہیں کی میں تو خود آج یہ بات سن رہا ہوں کہ فزا اور احمد گھر سے فرار ہو گئے ہیں۔

حاشر نے میران شاہ سے کہا کہ آپ کو بلاوجہ ہی وسیم پر شک ہو رہا ہے وسیم کو میں نے قسم دے کر پوچھا ہے پر وہ لاعلمی کا اظہار کر رہا ہے پر میران شاہ کی ایک ہی رٹ تھی کہ نہیں حاشر مجھے دھوکہ نہیں ہو سکتا۔ وسیم اس سارے معاملے میں ملوث ہے مجھے اس سے خود بات کرنے دیں میران شاہ نے وسیم سے کہا کہ یا تو احمد کے بارے میں سچ بتادے کہ وہ کیا جانتا ہے یا وہ قرآن اٹھالے کہ وہ احمد کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔

وسیم نے کہا کہ وہ قرآن اٹھانے کو تیار ہے وہ احمد کے بارے میں کچھ نہیں جانتا وسیم کے قرآن اٹھانے کی بات سن کر " میران شاہ خاموش ہو گیا اور کہا نہیں مجھے قرآن نہیں اٹھوانا اگر وسیم کو علم ہے تو وہ مجھے بتادے

یہ کہہ کر میران شاہ وہاں سے چلا گیا میران شاہ کو وسیم کے قرآن اٹھانے کی بات پر بھی یقین نہیں آیا اس نے مکمل انویسٹی گیشن کروائی اس کا شک یقین میں بدلتا ہوا دکھائی دیا کہ اس سارے معاملے میں وسیم ہی شامل ہے میران شاہ نے آئمہ سے کہا کہ تمھارے بھائی عفان اور حاشر دونوں وسیم کو بچانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ہماری عزت کا کچھ خیال نہیں ہماری جان پر بنی ہوئی ہے ہماری بیٹی نہیں مل رہی لوگوں کو کیا منہ دکھائیں گے پر تمھارے بھائیوں کو کچھ احساس نہیں میرا ساتھ نہیں دے رہے میں بار بار کہہ رہا ہوں کہ وسیم کو علم ہے۔

بات کرو اپنے بھائیوں سے سمجھاؤ ان کو رئیس حمزہ خان کی نظر میں تو جھوٹا میں بن رہا ہوں میرے ہی کہنے پر احمد کو جاب پر رکھا تھا مجھے کیا علم کہ احمد ایسا کچھ کرے گا نہ تم مجھے کہتیں احمد کے لیے نہ میں اسے نوکری پر رکھواتا۔ آئمہ کے لیے ہر دن پریشانی میں اضافہ کر رہا تھا آئمہ نے عفان بھائی سے رابطہ کیا اور ساری صورت حال اور بگڑے ہوئے حالات کے بارے میں تفصیل سے بات کی۔ عفان نے کہا" آئمہ ایک بات کہوں دنیا مکافاتِ عمل ہے۔ جو میران شاہ نے ہمارے ساتھ کیا تھا وہ ہی لوٹایا جا رہا ہے کسی بھی صورت میں پر لوٹا رہا ہے رب سے کچھ بھی چھپا ہوا نہیں ہے ہمیں بھی تو میران شاہ نے خون کے آنسو رُلایا تھا، آج اپنی عزت کی پڑ گئی تو پاگل ہو رہا ہے۔ ہماری عزت کچھ نہیں تھی کیا؟

آئمہ نے کہا" ویر جی وہ پرانی بات ہے بھول جائیے اس بات کو جو ہوا سو ہوا افزا بھی بیٹی ہے کسی کی۔ جیسے آپ لوگوں کو میرے چلے جانے سے تکلیف ہوئی تھی ایسے ہی رئیس حمزہ خان کو تکلیف ہو رہی ہے" عفان نے کہا آئمہ یہ وہی رئیس حمزہ خان ہے جس نے اس وقت بہت ساتھ دیا تھا میران شاہ کا تم اس دن میرے گھر سے نہ جاتی تو میں سبق سکھا دیتا میران کو آج دیکھو قدرت کے رنگ دونوں خدا کے کٹہرے میں کھڑے ہیں ہماری عزت خراب کی تھی آج اپنی بھی خراب ہو گئی آئمہ نے روتے ہوئے کہا ویر جی بس کیجیے۔ مت کیجیے پرانی باتیں۔ بھول جائیے خدا کے لیے ویر جی آپ کے آگے ہاتھ جوڑتی ہوں مدد کیجیے احمد کو ڈھونڈنے میں عفان نے کہا آئمہ تم کیا جانو ہم پر کیا بیتی تھی۔ پھر بھی ہم پوری کوشش کر رہے ہیں کہ احمد مل جائے مجھے تو بس ویسے ہی یہ بات ذہن میں آ گئی کہ آج میران شاہ رئیس حمزہ خان کی بیٹی کے لیے اتنا پریشان ہے اسے اپنی عزت یاد آ رہی ہے ہماری عزت کو بھی تو مٹی میں رُولا تھا تب یاد نہیں آیا کہ عزت کیا ہے۔ آئمہ نے کہا ویر جی چھوڑ دیں پرانی باتیں میں خوش ہوں ناں اپنے گھر میں آپ بس احمد اور فزا کو ڈھونڈنے میں مدد کیجیے اور پلیز وسیم سے کسی بھی طرح سے اگلوائیں۔

عفان نے کہا کل شام ہم ماموں ستار کے گھر آ رہے ہیں میران شاہ سے کہنا کہ وہ بھی آ جائے مل کر مسئلے کا حل ڈھونڈتے ہیں۔

حاشر نے کہا آئمہ میران شاہ سے کہہ دینا کہ اگر اسے شک ہے وسیم پر اور وسیم سے کچھ پوچھنا ہے یا پولیس کے حوالے بھی کرنا ہے کچھ بھی کرنا ہے بے شک کرے پر جب وسیم ہمارے ساتھ ہو تب ایسی کوئی حرکت نہ کرے ورنہ میں بہت مسئلے میں پڑ جاؤں گا" حاشر نے بار بار یہی بات کی کہ میران شاہ کو سمجھا دینا وسیم کے ساتھ کوئی ایسی حرکت نہ کرے۔

"آئمہ نے میران شاہ سے کہہ دیا کہ" حاشر بھائی ایسا کہہ رہے ہیں

میران شاہ نے کہا میں کچھ بھی ایسا نہیں کر رہا ہمیں بس اپنی بیٹی چاہیے رئیس حمزہ خان کی حالت مجھ سے دیکھی نہیں جاتی وہ بہت پریشان ہے اپنی بیٹی کے لیے میں بھی کیا کروں بے بس ہو گیا ہوں کچھ سمجھ میں نہیں آرہا کہ اُن دونوں کو کہاں تلاش کروں۔

عفان، حاشر اور، وسیم تینوں کراچی آ گئے میران شاہ نے کال کی کہ وہ اور رئیس حمزہ خان آرہے ہیں ستار ماموں کے گھر بیٹھ کر بات کرتے ہیں اماں کی طبیعت خراب تھی وہ اماں کو دیکھنے بچوں کے ساتھ گاؤں چلی گئی جب سے فزا اور احمد گئے تھے میران شاہ گھر پر نہیں رہتے تھے دن رات اُن کو ڈھونڈنے میں لگے ہوئے تھے۔

آئمہ نے کال کر کے میران کو بتایا کہ وہ بچوں کے ساتھ گاؤں جا رہی ہے تقریباًرات گیارہ بجے حاشر کی کال آ گئی کہ میران شاہ نے دھوکے سے بلوا کر وسیم کو اٹھوا لیا ہے آئمہ پریشان ہو گئی کہ یہ کیا ہو گیا ہے میران شاہ کو منع کیا تھا کہ حاشر کے ساتھ جب وسیم ہو تو مت اٹھایئے گا اُس نے میران شاہ کو کال کر کے کہا جب آپ کو وسیم کو اٹھوانا ہی تھا تو حاشر بھائی کے ساتھ کیوں اٹھوالیا۔ میران شاہ نے کہا تم اپنے کام سے کام رکھو سمجھی مجھے تو یہ شک ہے کہ اس مسئلے میں تمھارا بھائی بھی شامل ہیں۔ وہ مزید پریشان ہو گئی کہ وہ اب کیا کرے اس نے بمشکل رات گزاری۔

صبح سویرے آئمہ کراچی کے لیے روانہ ہو گئی وہ راستے میں ہی تھی کہ حاشر کی کال آ گئی اور کہا میران شاہ نے اچھا نہیں کیا۔ اب میں اپنے سسرال والوں کو کیا جواب دوں وہ تو سب یہ کہہ رہے ہیں کہ یہ سب حاشر نے خود کیا ہے کچھ دیر بعد ہی ستار ماموں کی کال آ گئی وہ بھی ناراض ہونے لگے کہ میران شاہ نے دھوکے سے یہ سب کیا اسے ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔ آئمہ نے کہا کہ ماموں میں کیا کر سکتی ہوں میران شاہ بار بار وسیم پر شک ظاہر کر رہے تھے اور مجھے ان سب باتوں کا علم نہیں آپ خود میران شاہ سے بات کر لیجیے۔

آئمہ نے میران شاہ کو کال کر کے بتایا کہ ماموں کی کال آئی تھی ماموں بہت ناراض ہو رہے تھے کہ میران شاہ نے اچھا نہیں کیا وسیم کو اٹھا کر پولیس آئی تھی میرے گھر کے باہر۔ میں سارے شہر میں بدنام ہو گیا ہوں میران شاہ

ماموں کی یہ بات سن کر بگڑ گئے کہ ان کی کون سی عزت چلی گئی۔ عزت ہماری گئی ہے ان کے تو گھر سے بھی نہیں اٹھایا وسیم کو باہر سے اٹھایا ہے میں کون سا ان کے گھر پولیس لے کر گیا تھا۔

ایک تو جس دن وسیم کو اٹھایا اگلے ہی دن وسیم کی پھوپھو کو ہارٹ اٹیک ہو گیا اب تو خاندان میں اور کہرام مچ گیا کہ یہ سب میران شاہ کی وجہ سے ہوا ہے تین دن تک پولیس نے وسیم کو تھانے میں رکھا عفان اور حاشر بھائی خاموش بیٹھنے والوں میں سے نہیں تھے انھوں نے اپنے دوستوں سے مشورہ کیا اور میران شاہ پر ایف آئی آر کٹوانے چلے گئے کہ یا تو وہ وسیم کو چھوڑ دے یا ہم ایف آئی آر کٹوائیں گے۔

تین دن تک پولیس اسٹیشن رکھنے کے بعد بھی وسیم نے کچھ نہیں بتایا تو میران شاہ نے اسے چھوڑ دیا۔

خاندان بھر سے آئمہ کو کالیں آ رہی تھیں کہ میران شاہ طیش میں اندھا ہو گیا ہے اب ہم سے یہ امید نہ رکھے کہ ہم میران شاہ سے یا تم سے کوئی واسطہ رکھیں گے وسیم نے گھر واپس جاتے ہی یہ سب سے کہہ دیا کہ میران شاہ اب احمد کی بہن نبیلہ، عفان اور حاشر کو اٹھوانے کی بات کر رہا ہے آپ لوگ اپنے نمبر بند کر دیں۔

آئمہ کو کسی بات کا کوئی علم نہیں تھا پر جب آئمہ نے ماں کو کال کی تو ان کا نمبر بند جا رہا تھا پھر رومیشہ کو کال کی اُس کا نمبر بھی بند تھا، بھائیوں کا نمبر بھی بند آئمہ بہت پریشان ہو گئی۔

آئمہ کو لگ رہا تھا کہ آج وہ بیچ منددھار میں کھڑی ہے اس کے رشتے ایک بار پھر سولی پر چڑھنے کو تیار ہو گئے ہیں اور وہ سوچ رہی تھی کہ زیادہ تر رشتے دھیرے دھیرے چھوٹ ہی گئے ہیں۔ باقی جو بچے ہیں وہ بہت تھوڑے سے ہیں کیا اب ان کی باری ہے سولی پر چڑھ جانے کی؟ اس نے ہمیشہ رشتوں کی قربانی دی تھی۔

اس نے سوچا اب زندگی مجھے کس سمت لے جائے نہیں پتہ باقی میرے پاس کچھ بچتا ہے یا نہیں کچھ نہیں پتہ؟

کیا زندگی مجھے پھر سے ایک نیا درد دینے کا سوچ رہی ہے؟

اس نے سوچا شاید کچھ دکھوں کا مداوا نہیں ہوتا جو ہمارے اندر ہوتے ہیں وہ ہمیں اندر ہی اندر توڑ دیتے ہیں۔ زندگی اُسے اس بار ایک ایسی آزمائش میں ڈال رہی تھی جس کے بارے میں اس نے کبھی سوچا نہیں تھا۔ اسے لگ رہا تھا پھر سے اس کے رشتے چھوٹ رہے ہیں اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اس نے روتے ہوئے۔ میران کو کال کی کہ سب کے نمبر بند جا رہے ہیں ایسا کیا ہوا ہے مجھے بتائیے؟

میران شاہ نے کہا مجھے علم نہیں کہ سب کے نمبر کیوں بند ہیں۔ سب کے نمبر بند ہو جانے کی وجہ سے آئمہ بہت پریشان ہو گئی تھی

....

میران شاہ پاگلوں کی طرح کبھی اِس شہر کبھی اُس شہر احمد اور فزا کو ڈھونڈ رہا تھا۔ سب سے زیادہ پریشانی کی بات یہ تھی کہ فزا اپنے ساتھ بہت سا زیور اور لاکھوں روپے لے کر نکلی تھی جو کہ سب سے زیادہ خطرناک بات تھی کہ نہیں معلوم اس کی عزت محفوظ بھی ہے یا نہیں۔ پندرہ دن گزر گئے میران شاہ نے بہت بار فون کیا عفان اور حاشر سے رابطہ کرنے کی بہت کوشش کی مگر ان سے رابطہ نہ ہو سکا میران شاہ کی پریشانی بڑھتی جا رہی تھی اور آئمہ کو کچھ خبر نہیں تھی کہ یہ کیا ہو رہا ہے نہ تو میران شاہ اسے کچھ بتاتا اور نہ اس کا رابطہ اپنے بہن بھائیوں سے تھا۔ آئمہ ہر بات سے لاتعلق تھی اسے یہ بھی علم نہیں تھا کہ میران شاہ عفان اور حاشر کے خلاف ایف آئی آر کٹوا چکا ہے اکیس دن بیت جانے کے بعد میران شاہ کو لاہور ہائی کورٹ سے نکاح نامہ اور کورٹ کا نوٹس موصول ہوا جس میں احمد اور فزا کا تحریری بیان درج تھا اور لکھا تھا کہ انھیں تحفظ فراہم کیا جائے رئیس حمزہ خان اور میر میران علی شاہ سے انھیں جان کو خطرہ ہے۔

آئمہ کا رو رو کر برا حال ہو گیا اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کرے اسے فزا اور احمد پر بہت غصہ آ رہا تھا ان کے ایک غلط قدم نے سب کو پریشانی میں ڈال دیا تھا۔

....

میران شاہ کورٹ کا نوٹس ہاتھ میں لیے گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا کہ جو سولہ سال پہلے ہوا کیا وہی کہانی دہرائی جارہی ہے۔ فزا میری بیٹی نہیں ہے فزا رئیس حمزہ خان کی بیٹی ہے دونوں نے کورٹ میں جا کر یہ بیان دیا کہ ہمیں میر میران علی شاہ سے جان کا خطرہ ہے اور وہ سوچ رہا تھا کیا واقعی میں اپنا قرض چکا رہا ہوں سولہ سال پہلے جو میں نے آئمہ کے ساتھ چوری نکاح کر کے نکاح نامہ چھپا لیا تھا اور آئمہ کو بدنام کر دیا تھا کہ میرا آئمہ سے کوئی نکاح نہیں ہوا ہے کیا واقعی میں آج اس کی سزا بھگت رہا ہوں۔ میرا نام اس کیس سے کیوں جڑ رہا ہے! کیا واقعی یہ سچ ہے کہ یہ دنیا مکافاتِ عمل ہے ہر کسی کو کسی نہ کسی طرح اپنے حصے کا قرض چکانا ہے

ہر اک کو اپنا قرض چکانا ہے

یہی زندگی کا اک بہانا ہے

میران شاہ دیر تک بیٹھا سوچتا رہا آئمہ کو روتا دیکھ کر پاس آ گیا اور کہنے لگا آئمہ تمھارے رونے کی وجہ جان سکتا ہوں" آئمہ کہنے لگی "شاہ جی حیرت ہے آپ میرے رونے کی وجہ جان رہے ہیں۔

میران شاہ نے نئے سرے سے تحقیق شروع کر دی کہ میں کہاں غلطی کر رہا ہوں جو اب تک احمد اور فزا نہیں مل رہے۔ دوبارہ سے احمد کے سارے دوستوں کو بلوایا گیا جن پر ذرا بھی شک ظاہر ہوا انھیں پولیس کے حوالے کر دیا گیا پولیس نے بہت بے رحمی سے انھیں مارا پر کسی سے کچھ بھی اگلوا نہیں سکے ہر کسی نے لاعلمی کا اظہار کیا۔

سبھی دوستوں کو احمد پر بہت غصہ تھا کہ خود تو چلا گیا ہمیں مصیبت میں ڈال گیا ہے۔ سب سے زیادہ شک کے دائرے میں وسیم اور عمران تھے کیونکہ جس رات احمد گیا اسی رات گیارہ بجے تک وہ عمران کے ساتھ تھا۔

عمران کو کچھ دن پولیس نے اپنے پاس رکھا مگر کچھ ثبوت نہ ملنے پر اسے رہا کر دیا گیا عمران کی ایک پرائیوٹ ادارے میں نوکری تھی اس پر ایف آئی آر کٹ جانے کی وجہ سے اسکی نوکری بھی چلی گئی پولیس نے اسے اتنا مارا کہ وہ ٹھیک سے چل نہیں پا رہا تھا۔

میران شاہ کی پریشانی مزید بڑھ گئی نہ وسیم سے کچھ معلوم ہو سکا تھا نہ ہی عمران سے میران شاہ نے پھر سے بہت سوچا اور احمد کے سارے دوستوں سے رابطہ کیا سب کے نمبر پہلے دن سے ہی ریکارڈنگ پر لگا دیے تھے رئیس حمزہ خان اور میر میران علی شاہ نے ایجنسیوں سے بھی رابطہ کیا اور بہت پیسہ خرچ کیا کہ کسی طرح بھی ان کو فزا مل جائے احمد کی اس نادانی کی وجہ سے کتنے ہی لوگ پریشان ہو گئے تھے رئیس حمزہ خان خاموش بیٹھنے والوں میں سے نہیں تھا اور فزا اس کی اکلوتی اولاد تھی اسکے پاس پیسہ بھی بہت تھا۔

میران شاہ نے احمد کے سب ہی جاننے والے، رشتے دار اور آئمہ کی پوری فیملی کے نمبر ریکارڈنگ پر لگائے ہوئے تھے کہ کہیں سے بھی چھوٹے سا چھوٹا کلیو ہی مل جائے۔

احمد کی امی اور چھوٹے بھائی سارم کو پولیس والوں نے بہت پریشان کیا ہوا تھا احمد کی غلطی کی سزا انھیں بھگتنا پڑ رہی تھی۔

احمد کی بہن نبیلہ شادی شدہ تھی ایک سال پہلے ہی اس کی شادی ہوئی تھی عمران کو جب پولیس نے رہا کیا تھا اس نے یہ بات سن لی تھی کہ اب میران شاہ نبیلہ کو اٹھوانے کی بات کر رہا ہے۔

نبیلہ کے سسرال پہلے بھی میران شاہ جا چکا تھا آئمہ کو بھی بھیجا تھا کہ وہ جائے اور اپنے طور پر معلوم کرے کہ کیا نبیلہ کچھ جانتی ہے؟

مگر نبیلہ نے کہا آنٹی قسم لے لیجیے مجھے کچھ علم نہیں اور میری احمد سے بات بھی بہت دنوں سے نہیں ہوئی میں اپنی نند کی شادی میں مصروف تھی۔

"آپ چاہیں تو انکل سے کہیے کہ میرا فون ریکارڈ چیک کروالیں

آئمہ اپنی ماں سے مل کر واپس آگئی سب نے لاعلمی کا اظہار کیا میران شاہ نے عمران کو واپس بلوایا اور کہا تم احمد کے بہت قریبی دوست ہو مان لیا کہ تمھیں علم نہیں پر تم احمد کے دوستوں کے جاننے والوں کی لسٹ بنانے میں میری مدد کرو۔

شاید کوئی نام تم سے چھوٹ رہا ہو اسی وجہ سے ہم اب تک احمد تک نہیں پہنچ پا رہے۔ عمران نے دوبارہ سے احمد کے جن جن دوستوں کو جانتا تھا سب کے نام لکھوا دیے عمران نے کہا انکل! ابھی میرے ذہن میں آیا کہ ایک ٹیکسی والا احمد کا دوست ہے باسط، شاید اسے علم ہو پر تین چار ماہ پہلے احمد کی اس سے لڑائی ہو گئی تھی پھر اس کے بعد ان دونوں کی دوستی ٹوٹ گئی تھی۔

مگر مجھے صرف اس کا نام معلوم ہے میرے پاس اس کا فون نمبر نہیں ہے۔

ہاں دانیال کو شاید اس کی فیس بک کی آئی ڈی کا علم ہو میران شاہ نے کہا کہ تم مجھے اس کی آئی ڈی کا لنک دانیال سے لے کر دے دو میں خود معلوم کر لوں گا۔

اُس نے دانیال سے آئی ڈی کنفرم کر کے میران شاہ کو بتا دی میران شاہ نے اس آئی ڈی کا لنک ایجنسی والوں کو دے دیا کہ اس آئی ڈی کا کنفرم کریں کہ کس کی ہے اور اس کا فون نمبر کیا ہے؟ ایجنسی والوں نے اس آئی ڈی کو ہیک کیا اور اور فون نمبر میر میران علی شاہ کو دے دیا م میران شاہ نے فون ٹریس کیا تو نمر لاہور کا تھا میران شاہ فوراً اگلی فلائٹ سے لاہور پہنچ گیا۔ لاہور میں میران شاہ کے جاننے والے تھے وہ انھیں لینے ائیر پورٹ آگئے میران شاہ نے پولیس کی مدد سے دو گھنٹے کے اندر اندر ہی باسط کو اٹھوا لیا اور اسے کہا کہ احمد اور فزا کے بارے میں جو کچھ بھی علم ہے ہمیں سچ سچ بتا دے میران شاہ نے باسط سے کہا کہ فزا اور احمد کو چپ چاپ ہمارے حوالے کر دو تمھارے لیے یہی بہتر ہے کیونکہ ہمیں پکی انفارمیشن ہے کہ وہ دونوں تمھارے پاس ہیں۔

میران شاہ کی بات سن کر باسط گھبرا گیا اس نے فوراً ہی کہہ دیا کہ مجھے دو دن کا ٹائم دیں میں آپ کو معلوم کر کے بتاتا ہوں کہ وہ لوگ کہاں ہیں میران شاہ لاہور ہائیکورٹ کے وکیلوں سے بھی ملا کہ یہ نوٹس کس وکیل نے بھیجا تھا کیوں کہ وکیل کی اسٹیمپ نہیں تھی اس پر نہ وکیل کا نام پر کورٹ سے نوٹس گیا تھا میران شاہ نے پیسے دے کر وکیل کا نام معلوم کروالیا کہ وہ شاہ پور کا نجنا کا رہنے والا تھا۔

وکیل نے کچھ بھی بتانے سے منع کر دیا مگر میران شاہ کو کنفرم ہو گیا کہ وہ یہی کہیں اسی علاقے کے آس پاس ہیں اس لیے وہ پاس کے ہی ایک گاؤں میں رک گیا میران شاہ وہاں کے علاقے کے چوہدری سے ملا اور اسے ساری بات بتائی اور کہا کہ ہمیں ہماری بیٹی واپس کرنے میں مدد کریں اس علاقے کے چوہدری بہت اچھے تھے انھوں نے میران شاہ کے ساتھ بھرپور تعاون کیا۔ میران شاہ نے باسط کے ہر مومنٹ پر نظر رکھی ہوئی تھی مگر باسط اس بات سے بے خبر تھا۔ باسط کس سے بات کر رہا تھا کہاں جا رہا تھا سب کچھ میران شاہ کو علم تھا۔

باسط نے دو دن کا ٹائم لیا اور وہ سیدھا اپنے دوست سلمان کے پاس گیا۔

....

ادھر آئمہ بہت پریشان تھی دن بیتتے جا رہے تھے کسی کا نمبر آن نہیں ہوا تھا آئمہ کی پریشانی بڑھتی جا رہی تھی اس نے روتے ہوئے سوچا اب اگر میرے رشتے ٹوٹ گئے تو شاید میں خود بھی ٹوٹ جاؤں کیا اس بار میں خود کو سنبھال سکوں گی شاید خود کو ہمیشہ کی طرح سمیٹ لوں گی پر شاید ایسا نہیں ہو؟

اب میرا اندر شاید مکمل ٹوٹ جائے۔

وہ خود کے سامنے سوالیہ نشان بن گئی؟ اس کی گہری سوچوں نے اسے گھیر لیا۔

....

باسط اپنے دوست سلمان سے ملا اور ساری بات بتائی کہ اسے کچھ سمجھ نہیں آرہا کہ وہ کیا کرے میران شاہ کو علم ہو گیا ہے کہ فزا اور احمد اس علاقے میں ہیں۔ باسط نے وسیم سے بھی بات کی کہ میران شاہ یہاں پہنچ چکا ہے اب کیا کریں۔ وسیم نے باسط سے کہا کہ فوراً احمد اور فزا کو سلمان کے ڈیرے پر بھیج دو۔

سلمان کچھ بگڑا ہوا لڑکا تھا فزا کو دیکھ کر اسکی نیت بدل گئی پیسہ اور لڑکی دونوں اس کی کمزوری تھے احمد اور فزا کو سلمان نے اپنے ڈیرے پر پناہ دے دی باسط فزا اور احمد کو سلمان کے ڈیرے پر چھوڑ کر گھر آگیا اور گھر آکر دیر تک کسی سوچ میں گم بیٹھا رہا احمد سلمان کی نیت بھانپ نہیں سکا، بظاہر تو سلمان اچھا لڑکا لگ رہا تھا احمد کو اس کے بارے میں علم نہ تھا کیونکہ احمد سلمان سے پہلی بار مل رہا تھا مگر رات کو جب سلمان نشے میں دھت احمد سے ملنے آگیا تو احمد اور فزا کے اوسطان خطا ہو گئے کہ اب وہ کیا کریں اسکی بار بار فزا پر اٹھتی ہوئی نظر احمد دیکھ چکا تھا احمد نے فزا کو اٹھ کر جانے کے لیے کہہ دیا تو سلمان نے کہا کیا ہے یار بیٹھنے دو بھابھی ہے میری میں کون سا غیر ہوں مگر فزا بھی سمجھ چکی تھی فوراً کہا کہ مجھے نیند آرہی ہے پہلے ہی سونے لگی تھی کہ آپ آگئے آپ لوگ باتیں کریں میں جا کر سوتی ہوں۔

مگر اندر سے فزا ڈری ہوئی تھی کہ ایک تو ہم سلمان کے ڈیرے پر ہیں اس کا کیا بھروسہ وہ بہت خوفزدہ ہو گئی کچھ دیر بعد سلمان چلا گیا احمد روم میں آیا تو فزا نے کہا احمد مجھے ڈر لگ رہا ہے احمد نے کہا فزا مجھے تم سے زیادہ ڈر لگ رہا ہے مجھے لگتا ہے ہم غلط جگہ آگئے ہیں یہاں تمھاری عزت محفوظ نہیں پر سمجھ نہیں آرہا کہ اب کیا کریں اس وقت آدھی رات کو کہاں جائیں گے۔

صبح ہو تو دیکھتے ہیں باسط سے بات کرتے ہیں وہ باسط سے خود بات بھی نہیں کر سکتے تھے کیونکہ انھیں شک تھا کہ میران شاہ باسط پر نظر رکھے ہوئے ہو گا وہ وسیم سے بھی بات نہیں کرنا چاہ رہے تھے کیونکہ وسیم نے ایک دوسرے نمبر سے کال کر کے جو کچھ اس کے ساتھ ہوا ساری صورتِ حال بتادی تھی اور وسیم بہت ہوشیاری سے احمد کے ساتھ رابطہ رکھے ہوئے تھا۔

میران شاہ کو یہ تو علم ہو چکا تھا کہ باسط کو علم ہے کہ فزا اور سلمان کہاں ہیں مگر وہ احتیاط برت رہا تھا کہ کہیں کوئی غلطی نہ ہو جائے اور فزا اور احمد اس کے ہاتھ سے نہ نکل جائیں اس لئے باسط کے جواب کا انتظار کرنے لگا۔

کچھ دیر نہیں گزری تھی کہ سلمان ان دونوں کے لیے ناشتا لے کر آ گیا احمد اندر سے کچھ ڈرا ہوا تھا فزا بھی سہمی ہوئی تھی مگر سلمان کو برداشت کرنا دونوں کی مجبوری تھی۔

سلمان نے کہا احمد یار میں تم دونوں کے لیے ناشتا لے کر آیا ہوں احمد نے کہا آپ بھی ناشتا کریں سلمان نے کہا نہیں میں ناشتا کر چکا۔

بس تم لوگ ناشتا کرو میں باہر کا ذرا چکر لگا آؤں یہ کامے بھی کام نہیں کرتے جب تک مالک خود نہ آئے یہ کہہ کر سلمان وہاں سے چلا گیا۔

باسط جب سو کر اٹھا ناشتا کیا اور سیدھا میران شاہ کے پاس گیا اور ان سے کہا میں احمد اور فزا کا پتہ بتانے کو تیار ہوں۔

پر میری دو شرطیں ہیں میر میران علی شاہ نے کہا بتاؤ تمھاری کیا شرطیں ہیں؟

باسط نے کہا ایک یہ کہ آپ احمد کو نہیں بتائیں گے کہ میں نے آپ کو بتایا ہے دوسری تیس لاکھ روپے کی ڈیمانڈ رکھی میر میران علی شاہ نے کہا کہ صبح دس بجے تمھارے اکاؤنٹ میں پیسے پہنچ جائیں گے اا ور باسط نے بتایا کہ اس سارے معاملے میں وسیم احمد کے ساتھ تھا اور وسیم کے کہنے پر ہی میں نے احمد اور فزا کا ساتھ دیا تھا میران شاہ کو تو پہلے ہی شک تھا کہ وسیم ان سب میں شامل ہے۔

باسط میران شاہ سے بات کر کے واپس اپنے گھر آ گیا۔

احمد اور فزا کا ناشتا کرتے ہی سر چکرانے لگا انھیں سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ ایسا کیوں ہو رہا ہے کچھ ہی دیر گزری تھی کہ سلمان واپس آ گیا۔ اس سے پہلے کہ سلمان فزا کی عزت خراب کرتا میران شاہ چند لوگوں کے ساتھ وہاں آ گیا آتے

ہی سلمان کو زور دار تھپڑ رسید کیا اور فزا کو ہوش میں لانے کی کوشش کرنے لگا میران شاہ کے ساتھ جو آدمی آئے تھے ان سے کہا احمد کو ویگن میں لے جاؤ میں فزا کو لے کر آتا ہوں

اور سلمان سے کہا تم سے تو میں حساب کتاب بعد میں برابر کروں گا تمھاری اتنی جرات کے تم نے ہماری بیٹی پر گندی نظر ڈالی میران شاہ فزا کو وہاں سے لے گیا اور رئیس حمزہ خان کو کال کی کہ فزا اور احمد مل گئے ہیں سب خیریت ہے۔

تم اگلی فلائیٹ سے فوراً لاہور آجاؤ اور فزا کو لے جاؤ مجھے یہاں کچھ کام نبٹانے ہیں۔

شام تک حمزہ خان اپنے ساتھیوں کے ساتھ لاہور آ گیا واپسی وہ بائے روڈ جانا چاہ رہا تھا کیونکہ احمد کو بھی ساتھ لے جانا چاہ رہا تھا رئیس حمزہ خان پورا بندوبست کر کے آیا تھا کچھ انجکشن اور میڈیسن اپنے ساتھ لایا تھا تاکہ احمد کا کام وہیں تمام کر دے مگر میران شاہ نے ایسا کرنے سے منع کر دیا کہ ایسا سوچنا بھی مت ہم لوگ پھنس سکتے ہیں کیونکہ کورٹ میں ہمارے خلاف یہ پہلے ہی بیان دے چکا ہے اور کہا فزا کو کنٹرول کرنا بھی مشکل ہو جائے گا اس لیے پہلے کراچی پہنچ کر احمد سے طلاق لکھوا لو بعد میں دیکھتے ہیں کہ اس کا کیا کرنا ہے میران شاہ نے کہا مجھے ایک دو گھنٹے کا کام ہے تم لوگ فزا کا دھیان رکھو میں کام نبٹا کر آتا ہوں یہ کہہ کر میران شاہ چلا گیا۔

رئیس حمزہ خان نے آتے ہی فزا اور احمد کو بے ہوشی کے انجکشن دے دیے تاکہ وہ واپس بھاگ نہ سکیں۔

میران شاہ نے پولیس کو پیسہ دیا اور سلمان کے ڈیرے پر پولیس لے کر چلا گیا اور سلمان سے کہا تم نے کیا سوچا تھا کہ فزا کا کوئی والی وارث نہیں ہے اور سلمان کو اریسٹ کروا دیا میران شاہ نے کہا تم جانتے نہیں تم نے کس کی عزت پر ہاتھ ڈالا ہے اب تم زندگی بھر جیل میں سڑتے رہنا۔

میران شاہ سلمان کو اریسٹ کروا کر واپس علاقے کے چوہدری کے پاس آ گیا اور وہ اسی وقت بائے روڈ کراچی کے لیے روانہ ہو گئے راستے بھر فزا اور احمد کو ہوش نہیں آیا کراچی پہنچنے سے کچھ دیر پہلے احمد ہوش میں آ گیا۔ میران شاہ نے

احمد سے کچھ نہ کہا کراچی پہنچتے ہی میران شاہ نے کہا ایک طرف ایک زندگی ہے اور دوسری طرف تین۔ تمھاری ماں بہن اور بھائی چوائس تمھاری کہ تمھیں کیا چاہیے سمجھدار ہو سوچ کر ہی فیصلہ کروگے کہ کون سے رشتے عزیز ہیں۔

احمد سمجھ چکا تھا کہ میران شاہ کیا کہنا چاہ رہا ہے احمد نے کہا میں فزا کو طلاق دینے کو تیار ہوں میری ماں، بہن اور بھائی کو کچھ نہیں ہونا چاہیے۔ میران شاہ اور رئیس حمزہ خان نے احمد سے اسی وقت طلاق لکھوالی اور میران علی شاہ گھر واپس آ گیا آئمہ نے پوچھا کہ فزا اور احمد ملے میران نے کہا کہ ہاں مل گئے ہیں اور طلاق بھی لکھوالی فزا اپنے گھر ہے آئمہ نے کہا اور احمد؟ میران نے کہا احمد جیل میں اور اب وہ زندگی بھر نہیں چھوٹ سکتا۔

آئمہ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ اس نے کہا شاہ جی کیا قصور صرف احمد کا تھا فزا کا نہیں؟ وہ امیر باپ کی بیٹی ہے تو کیا وہ قصوروار نہیں یہ آپ نے انصاف نہیں کیا سزا دینی تھی تو دونوں کو دیتے صرف احمد کو کیوں سزا دی؟

میران شاہ نے غصے میں آئمہ کے چہرے پر تھپڑ رسید کر دیا کہ بکواس نہ کرو کس نے کہا تھا کہ اپنی اوقات سے بڑے خواب دیکھے۔ آئمہ نے کہا آپ بے شک مجھے مار ڈالیے سچ تو سچ ہے اور میں سچ ہی کہوں گی کہ قصور دونوں کا تھا سزا دونوں کو ملتی صرف احمد کو کیوں سزا ملی؟

میران شاہ نے کہا چلو نکلو میرے گھر سے جاؤ اپنے بھائیوں کے پاس اور سوچنا بھی مت کہ بچے میں تمھیں دے دوں گا آئمہ بہت روئی کہ اس کا کیا قصور آئمہ کا تو بھائیوں اور ماں سے رابطہ بھی نہیں تھا اس نے رات روتے ہوئے گزار دی۔

....

فزا کو جب ہوش آیا تو اس نے بہت ہنگامہ کیا کہ احمد کہاں ہے؟ میں احمد کے بنا نہیں رہ سکتی۔ رئیس حمزہ خان نے کہا کیا چاہتی ہو تم کہ احمد کو مار ڈالیں ساتھ تمھیں بھی دفن کر دیں۔ رئیس حمزہ خان نے فزا کو مارا بھی بہت مگر فزا کسی طرح کنٹرول میں نہیں آ رہی تھی۔

....

میران شاہ نے تو اپنی طرف سے پوری کوشش کر لی اس کے خیال میں عفان اور حاشر جو اب تک سامنے نہیں آئے یہ سائیڈ پر ہو گئے ہیں مگر دو دن بعد ہی کورٹ سے نوٹس مل گیا کہ اُس نے احمد کو اغوا کیا ہے میران شاہ بہت غصے میں تھا کہ اتنے دنوں سے جب یہ لوگ سامنے نہیں آئے کوئی رابطہ نہیں کیا اب اچانک سے یہ کیا ہو گیا میران شاہ بھی خاموش بیٹھنے والوں میں سے نہیں تھا اس نے سب باتوں کا ذکر آئمہ سے نہیں کیا

....

آئمہ نے ایک امید کے ساتھ رومیشہ کا نمبر ڈائل کیا تو رومیشہ سے بات ہوئی آئمہ نے روتے ہوئے کہا کہ میرا کیا قصور تھا سب نے مجھ سے رابطہ ہی ختم کر لیا رومیشہ نے روتے ہوئے کہا آپی آپ کو کیا علم کیا ہوا ہے ہمارے ساتھ ہم نے نمبر کیوں بند کر رکھے تھے آئمہ نے کہا کیوں کیا ہوا ہے مجھے بتاؤ ماں اور باقی سب کیسے ہیں؟ رومیشہ نے روتے ہوئے کہا کہ آپی میران بھائی نے سب کے خلاف ایف آئی آر کٹوا دی تھی وہ تو شکر ہے کہ عفان بھائی اور حاشر بھائی کو علم ہو گیا تھا بھائی اسی لیے فوراً کسی محفوظ جگہ چلے گئے اور سب کے نمبر بھی اسی لیے بند کروا دیے کیونکہ میران بھائی نے سب کے نمبر ریکارڈنگ پر لگا رکھے تھے اور آپ کو کیا علم میران بھائی اتنا گر گئے کہ نبیلہ کو اٹھوانے کی بات کر رہے تھے شکر ہے ہمیں اس بات کا پہلے ہی علم ہو گیا تھا اس لیے ہم سب نے صلح مشورے سے نبیلہ کو کہیں اور چھپا دیا تھا کہ میران شاہ تو پاگل ہو چکا ہے۔ اپنے دوست کی بیٹی کے لیے سارے رشتے قربان کر تا جا رہا ہے اور ہم سب بھی

کہیں چلے گئے تھے جب احمد اور فزا ملے ہیں اسی دن ہماری گھر واپسی ہوئی ہے آئمہ یہ سب سن کر بہت پریشان ہوئی اور رب سے دعا مانگنے لگی کہ یا اللہ اب تو ہی ہم پر رحم کرنے والا ہے۔

....

آئمہ نے جب یہ بات میران شاہ سے کنفرم کی کہ کیا آپ نے نبیلہ کو اٹھوانے کی بات کی ہے میران نے صاف انکار کر دیا کہ اس نے ایسی کوئی بات نہیں کی تھی یہ سب وسیم نے خود کو بچانے کے لیے کیا ہے کیونکہ وہ جانتا تھا کہ اب اُس کا راز کھلنے والا ہے۔

....

احمد اور فزا کی طلاق کو سات دن گزر چکے تھے اچانک ہی میران شاہ احمد کو گھر لے کر آ گئے اور کہا آئمہ لو یہ سنبھالو اپنے بھانجے کو تم نے جو رو رو کر برا حال کیا ہوا تھا میں نے اسے اس لیے چھڑوا دیا۔ آئمہ احمد کے گلے لگ کر بہت روئی احمد بھی بہت رویا میران شاہ نے آتے ہی آئمہ سے کہا کہ آئمہ اگر اپنے بھانجے کی زندگی چاہتی ہو تو اس سے قرآن پاک پر حلف لو کہ یہ فزا سے کوئی رابطہ نہیں کرے گا اور اس سے یہ بھی قسم لو کہ یہ میرے اور حمزہ خان کے خلاف کوئی قانونی کاروائی نہیں کرے گا کیونکہ میں نے اس کی جان حمزہ خان سے بمشکل بچائی ہے حمزہ خان تو اسے مار ڈالنا چاہتا تھا مگر تم مجھے عزیز ہو کیوں کہ تم میری بیوی ہو میرے بچوں کی ماں ہو تم کیسے احمد کا دکھ برداشت کرتیں۔ میں تمھیں اور روتا ہوا نہیں دیکھ سکتا احمد کی بھلائی اسی میں ہے کہ اب وہ فزا کو بھول جائے آئمہ نے احمد سے کہا کہ وہ مجھ سے قرآن پر وعدہ کرے کہ وہ فزا سے کبھی رابطہ نہیں کرے گا اور نہ ہی میران شاہ اور حمزہ خان کے خلاف کوئی کارروائی کرے گا۔ آئمہ نے روتے ہوئے کہا احمد مجھے اور دکھ مت دو پلیز آپ کی وجہ سے میں پہلے ہی بہت اذیت میں ہوں سب نے مجھ سے تعلق توڑ لیا ہے۔ احمد آئمہ کے گلے لگ کر بہت رویا اور کہا وعدہ کرتا ہوں آنٹی کہ میں اب کبھی بھی فزا سے رابطہ نہیں کروں گا کیونکہ میں اسے طلاق دے چکا ہوں اور میری ماں بہن بھائی کس حالت میں

ہے مجھے علم نہیں مجھ سے بہت بڑی غلطی ہو گئی ہے مجھے معاف کر دو آنٹی آپ میری ماں کی جگہ ہو اور میں آپ کا کہا نہیں ٹال سکتا اور قرآن پاک پر وعدہ کر لیا کہ وہ ایسا کچھ نہیں کرے گا احمد نے روتے ہوئے بتایا کہ پولیس نے اس کے پاؤں کے ناخن توڑ دیے اسے بہت بری طرح مارا اس کی کھال جگہ جگہ سے ادھیڑ دی ہے آئمہ احمد کی حالت دیکھ کر بہت روئی اور ماں کو کال کی کہ ماں آپ آجایئے احمد میرے پاس ہے عفان اور حاشر کو علم ہو چکا تھا کہ احمد میران شاہ کے گھر ہے میران شاہ نے آئمہ کو کچھ نہیں بتایا تھا کہ وہ احمد کو کیوں لے کر آیا ہے۔ شام تک ماں اور ماموں آئمہ کے گھر احمد سے ملنے آگئے آئمہ ماں سے گلے مل کر بہت روئی ماں بھی روتی رہی کہ نہ جانے ہنستے بستے گھروں کو کس کی نظر لگ گئی جو ایک ساتھ کئی گھر اُجڑ گئے ہیں۔

....

دانیال ماموں ڈاکٹر تھے آئمہ نے ماموں سے روتے ہوئے کہا کہ ماموں آپ پلیز احمد کا چیک اپ کیجیے احمد کو چلنے میں بہت دشواری ہو رہی ہے ماموں نے احمد کا چیک اپ کیا اور میڈسن لکھ کر دی میران شاہ بھی گھر آچکا تھا کافی دیر اسی موضوع کو لے کر بات ہوتی رہی کہ جو ہوا اچھا نہیں ہوا اب احمد واپس آگیا ہے اور حمزہ خان کی بیٹی اسے مل گئی ہے سب اپنے اپنے گھر خوش رہیں ماموں احمد کو اپنے ساتھ لے کر جانا چاہ رہے تھے مگر آئمہ اندر سے بہت ڈری ہوئی تھی اُسے کسی پر بھی بھروسہ نہیں رہا تھا اُسے شک تھا کہ جو کچھ میرے سامنے ہے وہ سب سچ نہیں ہے مگر اسے علم بھی نہ تھا کہ کیا ہو رہا ہے اور کیا ہونے والا ہے آئمہ نے ضد کر کے ماں کو اپنے پاس روک لیا کہ جب تک احمد میرے پاس ہے اور جب تک یہ مسئلہ مکمل طور پر حل نہیں ہو جاتا آپ پلیز میرے پاس رک جایئے ماں آئمہ کی حالت دیکھ کر ویسے ہی بہت پریشان تھی کیونکہ سب سے زیادہ مشکل میں آئمہ ہی تھی جس کے دونوں طرف رشتے تھے ماں نے آئمہ کے پاس کچھ دن رکنے کا فیصلہ کر لیا اور ماموں سے کہا آپ واپس جایئے میں کچھ دن آئمہ کے پاس ہی رہوں گی۔

....

اگلے دن ماں کو دوپہر میں ماموں کی کال آگئی کہ آپ واپس آجایئے یہاں سب پریشان ہیں مگر آئمہ کو یہ بات سمجھ نہیں آرہی تھی کہ جب ماموں خود ماں کو کل چھوڑ کر گئے ہیں کہ کچھ دن آئمہ کے پاس رک جایئے پھر آج کال کر کے واپس کیوں بلوا رہے ہیں۔ آئمہ نے ماں سے فون لے کر کال کاٹ دی اور کہا آپ نہیں جائیں گی مجھے ڈر لگ رہا ہے کہ کچھ بہت برا ہونے والا ہے اس سے بھی برا جو اَب ہو چکا۔ ماں نے کہا آئمہ بیٹا وہم نہیں کرو! آئمہ نے روتے ہوئے کہا نہیں ماں یہ میرا وہم نہیں ہے بھائی کیا کر رہے ہیں مجھے علم نہیں۔ میران کیا کر رہا ہے مجھے علم نہیں پر یہ سب کچھ کر رہے ہیں کیونکہ میں نے جتنی بار بھی کال کی نہ عفان بھائی نے نہ حاشر نے مجھ سے بات کی اگر احمد کے واپس آجانے سے سب ٹھیک ہو گیا ہے تو سب نے مجھ سے بات کیوں نہیں کی۔

امی سمجھاتی رہیں پر آئمہ ماننے کو تیار نہیں تھی وہ اندر سے ڈری ہوئی تھی یہ اُس کا وہم نہیں تھا۔

شام ہوتے ہی ماموں کے دونوں بیٹے صبور، اور سرمد ماں کو کو لینے آگئے آئمہ نے بظاہر کچھ محسوس ہونے نہیں دیا انھیں چائے کا پوچھا اور سب کا حال احوال پوچھا پر آئمہ کا شک یقین میں بدل رہا تھا کہ کچھ ہونے والا ہے۔

اس نے ماں کو کہا امی اذان ہو رہی ہے نماز پڑھ لیجیے ماں نے صبور اور سرمد سے کہا کہ میں نماز پڑھ کر آتی ہوں آئمہ نے امی کے جائے نماز پر بیٹھتے ہی پاؤں پر ہاتھ رکھ دیے اور روتے ہوئے کہنے لگی امی آج میرے گھر سے مت جایئے گا پلیز ورنہ ایک قیامت اور مجھ پر ہی ٹوٹے گی۔ مجھ پر رحم کیجیے امی آپ کو بابا کی قبر کی قسم ہے آپ آج میرے گھر سے نہیں جائیں گی ماں نے روتے ہوئے آئمہ کو گلے لگا لیا اور کہا میری بچی میں نہیں جانتی کہ تیری قسمت میں کیا لکھا ہے رب نے کہ تیری آنکھوں سے آنسو جاتے ہی نہیں۔ دکھ پر دکھ تجھے ہی کیوں ملیں میں آج یہاں سے نہیں جاؤں گی ماں نے روتے ہوئے نماز پڑھی اور واپس آکر صبور اور سرمد سے کہا بیٹا میری طبیعت خراب ہے کل ہی تو سفر کر کے یہاں آئی ہوں اس لیے آج میں واپس نہیں جا سکتی آپ لوگ چلے جاؤ میں کچھ دن بعد ہی آؤں گی۔ احمد بھی چلنے پھرنے کے کچھ قابل ہو جائے سرمد اور صبور نے بہت کوشش کی ماموں کی بھی کال آئی کہ آپ واپس آؤ

مگر ماں نے منع کر دیا ماموں نے غصے میں ماں کو ڈانٹا بھی مگر ماں نے صاف انکار کر دیا کہ آج وہ نہیں جا رہیں کچھ دن بعد ہی جائیں گی صبور اور سرمد واپس چلے گئے۔

آئمہ نے صبور اور سرمد کے جاتے ہی میران شاہ کو کال کی اور ساری صورت حال بتائی اور کہا یہ میرا وہم نہیں ہے آپ فوراًا احمد کو لے جائیے۔ میران شاہ نے فوراً گاڑی بھیج کر احمد کو بلوالیا اور میران شاہ نے کہا آئمہ میں دو تین دن گھر نہیں آؤں گا تم اپنا اور بچوں کو خیال رکھنا اور پلیز کسی سے کوئی رابطہ نہ کرنا خاص کر اپنے بہن بھائیوں اور ماموں سے اور نہ اپنی امی کی بات ان سے کروانا آئمہ کو یہ بات سمجھ نہیں آئی کہ آج میران نے یہ بات آئمہ سے کیوں کہی کہ اپنا اور بچوں کا خیال رکھنا اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ میرا وہم نہیں ہے شام ڈھل چکی تھی آئمہ اس وقت اکیلی بچوں کے ساتھ گاؤں بھی نہیں جا سکتی تھی آئمہ نے وہ رات روتے ہوئے گزار دی ساری رات آئمہ جاگتی رہی روتی رہی خدا سے دعا مانگتی رہی کہ یا اللہ تو کرم فرما یا اللہ تو ہم سب پر رحم، فرما، کچھ غلط نہ ہو کسی کے ساتھ بھی۔ اگلے ہی دن صبح سویرے آئمہ ماں اور بچوں کو ساتھ لے کر گاؤں آ گئی میران شاہ سے بات ہوئی آئمہ نے احمد کا معلوم کیا میران شاہ نے کہا کہ احمد بالکل ٹھیک ہے اس کی فکر نہ کرو آئمہ نے کہا کہ وہ بچوں کے ساتھ گاؤں آ گئی ہے میران نے کہا اچھا کیا اور ابھی دو تین دن وہیں رکو۔

آئمہ کو کسی بات کا علم نہیں تھا کہ کیا ہو رہا ہے تین دن گزرے اور میران شاہ احمد کو لیے گاؤں آ گیا تب آئمہ کو علم ہوا کہ ماموں نے جاتے ہی عفان اور حاشر کو کال کی اور احمد کی حالت کے بارے میں بتایا کہ اسے پولیس نے بہت مارا ہے میران شاہ نے آئمہ پر بگڑتے ہوئے کہا کہ تمھیں کیا ضرورت تھی کہ اپنے ماموں سے کہو کہ احمد کا چیک اپ کرے میں خود اسے ڈاکٹر کے پاس لے جاتا اور مجھے علم ہی نہیں کہ احمد کو پولیس نے اتنا مارا ہے کہ اس کے جسم کی کھال جگہ جگہ سے ادھڑ گئی ہے آئمہ نے روتے ہوئے کہا کہ شاہ جی میں کچھ کہنا نہیں چاہتی کہ کس کا قصور ہے کس کا نہیں بس یہ دعا مانگ رہی ہوں کہ رب سب ٹھیک کر دے۔

آئمہ کو جب یہ معلوم ہوا کہ اُس دن اگر ماں اُس کے گھر سے چلی جاتی ماں کے جاتے ہی پولیس میران شاہ کے گھر آتی کہ میران شاہ نے احمد کو اغوا کیا ہوا ہے سرمد اور صبور یہی دیکھنے آئے تھے کہ احمد میران شاہ کے گھر ہے یا نہیں آئمہ کو اسی لیے وہم ہو رہا تھا کہ کچھ نہ کچھ ہونے والا ہے اور میران شاہ نے کہا کہ تمھارے بھائیوں کی یہ بھی کوشش تھی کہ کسی طرح وہ احمد کو ہمارے گھر سے یا باہر سے اٹھوا لیں اور بعد میں عدالت میں یہ کہیں کہ احمد تو میران شاہ کے ساتھ تھا اس کے گھر میں تو وہ ہی اب احمد کو عدالت میں پیش کرے اور جب احمد ہی کو وہ اٹھا لیتے تو میران شاہ کہاں سے احمد کو عدالت میں پیش کرتا؟، حمزہ خان نے احمد پر بہت سی ایف آئی آر کٹوائی ہوئی تھیں اور وہ اتنی جلدی ختم نہیں ہو سکتی تھیں میران نے کہا کہ وہ پوری کوشش کرے گا کہ جلد سے جلد وہ ایف آئی آر ختم کروا دے۔

اس وجہ سے احمد کو جیل میں ہونا چاہیے تھا جب کہ وہ میران شاہ کے گھر میں تھا آئمہ کو کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا کہ یہ سب چل کیا رہا ہے آئمہ کے بھائیوں نے بہت کوشش کی کہ کسی طرح ان کا رابطہ احمد سے ہو جائے اور پھر وہ میران شاہ کو سبق سکھا سکیں مگر میران شاہ ضرورت سے زیادہ تیز دماغ کا تھا اسے اندازہ ہو چکا تھا کہ عفان اور حاشر اب احمد کو استعمال کر کے مجھے جیل بھجوا کر ہی دم لیں گے۔ میران شاہ نے کہا جیسے ہی تمھاری کال آئی کہ سرمد اور صبور امی کو لینے آئے ہوئے ہیں میں نے فوراً معلوم کروالیا کہ میرے گھر چھاپا مارنے پولیس جا رہی ہے اور اتنی جرات پولیس کی کہ میرے گھر آئے۔ میں اسی بندوبست میں لگا ہوا تھا کہ اتنی ہمت کی کس نے۔ تمھارے بھائی مجھے سمجھ کیا رہے ہیں آئمہ نے کچھ نہیں کہا اس نے سب کچھ رب کے سپرد کر دیا۔

....

میران شاہ کو رئیس حمزہ خان نے کال کر کے فزا کا بتایا کہ وہ کنٹرول سے باہر ہے اس کا کیا کریں؟ میران شاہ فزا کے پاس گیا اور اسے سمجھایا اور کہا تم پر جو یہ محبت کا بھوت سوار ہے تمھیں اندازہ بھی ہے کہ کیا ہو سکتا تھا؟ اور اسے کہا صرف ایک بات کا جواب دو مجھے کیا احمد تمھاری عزت کی حفاظت کر سکتا ہے اس دن اگر میں وقت پر نہیں پہنچتا تو کیا

تمھاری عزت محفوظ رہتی۔ وہ کتوں کی طرح تمھیں نوچ کر کھا جاتے پھر کسی کو منہ دکھانے کے قابل بھی نہیں رہتیں۔

فزا کا سر شرم سے جھک گیا۔ میران علی شاہ نے کہا جو شخص تمھاری عزت کی حفاظت تک نہیں کر سکتا وہ کیا ساری زندگی تمھارا ساتھ دے سکے گا اور جس کا مستقبل کچھ نہیں وہ کیا کما کر کھلا سکے گا اس نے تم سے نہیں تمھارے پیسے سے پیار کیا ہے اور دوسری اور آخری بات جب میں نے اس کے سامنے یہ تجویز رکھی کہ فزا چاہیے یا اپنی ماں بہن اور بھائی تو اس نے فوراً طلاق لکھ کر دے دی۔ اگر اسے اتنی ہی سچی محبت تھی تم سے تو اسی وقت طلاق کیوں دی؟ اُس کے لیے تم یہ تماشا کر رہی ہو۔ فزا کو میران شاہ کی باتیں سمجھ آ گئیں کیونکہ وہ یہ بات پہلے ہی محسوس کر چکی تھی کہ اس کی عزت محفوظ نہیں تھی پسند کی شادی کر کے گھر سے چلی جانا پھر کبھی کس کے پاس کبھی کس کے پاس رکنا وہ یہ سب دیکھ چکی تھی ایک ماہ میں وہ چھپنے کے لیے کئی ٹھکانے بدل چکے تھے اور ہر وقت جان چلی جانے اور عزت چلی جانے کا خطرہ محسوس کر چکی تھی اسے علم ہو چکا تھا کہ لڑکی کی عزت صرف گھر کی چار دیواری میں ہی محفوظ ہے گھر سے بھگا کر لے جانے والا بھی اس کی عزت کی حفاظت نہیں کر سکتا۔ اس نے اپنے بابا سے معافی مانگی۔ بابا مجھے معاف کر دیں۔ رئیس حمزہ خان نے اسے معاف کر کے گلے سے لگا لیا۔

....

میران شاہ نے آئمہ سے کہا کہ تمھارے بھائیوں نے مجھ پر احمد کے اغوا کا مقدمہ درج کر دیا ہے ایک تو میں تمھارے بھانجے کو پولیس سے چھڑوا کر لایا ہوں اور دوسرا تم لوگ مجھ پر الزام تراشی کر رہے ہو۔ شکر نہیں کر رہے اس کی زندگی بچ گئی۔ رئیس حمزہ خان کی بیٹی تھی پھر بھی اس کی جان بچ گئی شکر نہیں کرتے۔ آئمہ نے کسی بات کا کوئی جواب نہیں دیا بس چپ سادھ لی۔

....

اگلے ہی دن میران شاہ نے کہا آئمہ اگر میرے ساتھ رہنا ہے تو تمھیں آج کورٹ میں اپنے بھائیوں کے خلاف کیس داخل کرنا ہو گا۔

آئمہ سنتے ہی سکتے میں آگئی میران شاہ نے کہا آئمہ کیا ہوا تمھارا چہرہ فق کیوں ہو گیا کیا تمھیں میرے ساتھ نہیں رہنا۔

آئمہ نے کہا شاہ جی کیسی باتیں کر رہے ہیں آپ! ظاہر بات ہے آپ کا ہی ساتھ دوں گی آپ کے ساتھ زندگی کے سولہ سال گزارے ہیں۔ میران شاہ نے کہا پھر تم سنتے ہی سکتے میں کیوں آگئیں۔ آئمہ نے خود پر قابو پاتے ہوئے کہا نہیں شاہ جی میں اس لیے سنتے ہی سکتے میں آگئی کہ ایسی سچوئشن آئے گی میرے سامنے کبھی یہ سوچا نہیں تھا۔ میران شاہ نے کہا ٹھیک ہے میں وکیل سے بات کر کے آتا ہوں۔ میران شاہ کے جانے کے بعد آئمہ دیر تک روتی رہی یا اللہ تو نے مجھے یہ کس دوراہے پر لا کھڑا کیا ہے میرے لیے دونوں رشتے عزیز ہیں اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ وہ کس کے حق میں فیصلہ دے کیوں کہ نہ تو وہ بھائیوں کو چھوڑ سکتی تھی نہ میران شاہ کو وہ اس کے بچوں کا باپ تھا۔

وہ بہت روئی اور اللہ سے دعا مانگنے لگی اے میرے رب ہم پر وہ مصیبت نہ ڈال جو ہم سہہ نہ سکیں اور ہمیں معاف کر دے ہم پر مہر کر تو ہمارا مولا ہے تو کریم ہے مالک بخش دے مجھے نئی آزمائش میں مت ڈال۔ تو اپنے پاس سے رحمت عطا کر تو قرآن میں فرماتا ہے اور جسے چاہے عزت دے جسے چاہے ذلت دے ساری بھلائی تیرے ہی ہاتھ میں ہے بیشک تو سب کچھ کر سکتا ہے تو دن کا حصہ رات میں ڈالے اور رات کا حصہ دن میں ڈالے اور مردہ سے زندہ کو نکالے اور زندہ سے مردہ نکالے اور جسے چاہے بے گنتی دے۔ بے شک تو ہی دعا سننے والا ہے بے شک تو ہی غالب ہے حکمت والا ہے تو مجھے اس آزمائش سے نکال دے میرے مالک تو بتا بھری عدالت میں میں کیسے اپنے بھائیوں کا سامنا کروں گی اور جھوٹی گواہی دوں گی۔ میرے مالک تو اس لڑائی کو یہیں ختم کر دے میرے مولا تو مہر کر مجھ پر ساری زندگی میں نے صبر کیا کیونکہ تو صابروں کے ساتھ ہے تو میری قوتِ برداشت بڑھا دے مالک میں یہ صدمہ سہہ نہیں پاؤں گی۔

وہ بہت روئی رو رو کر اس کا برا حال ہو گیا بھائی کو کال کی انھوں نے بات کرنے سے منع کر دیا میران شاہ کو سمجھانے کی کوشش کی تو اس نے کہا تمھیں اپنے بھائی پیارے ہیں اور وہ دونوں رشتوں کو بچانا چاہ رہی تھی۔

انا اور ضد میں دونوں طرف کے مردوں کو روتی بلکتی ہوئی آئمہ نظر نہیں آ رہی تھی نہ میران شاہ کو آئمہ کے آنسو نظر آ رہے تھے جس کے ساتھ اس نے زندگی کے سولہ سال گزارے تھے۔

نہ عفان اور حاشر کو اپنی پیاری بہن نظر آ رہی تھی دونوں طرف کے مرد اپنی انا اور ضد کی خاطر پیسہ وقت اور رشتے تینوں قربان کر رہے تھے دونوں نے ایک دوسرے کے خلاف ایف آئی آر کٹوائیں ہوئیں تھیں۔

آئمہ ایسی سیچوئیشن سے گزر رہی تھی کہ اسے اپنا آپ سنبھالنا مشکل ہو گیا تھا اسے لگتا تھا کہ آج اس کے دماغ کی نس پھٹ جائے گی۔

وہ کس کی طرف جائے کس کے حق میں فیصلہ دے فیصلہ آ کر آئمہ پر رک گیا تھا اس کے اپنوں نے اسے دکھ دینے میں کوئی کسر نہ چھوڑی تھی اس نے روتے ہوئے نماز ادا کی اور فیصلہ رب کے سپرد کر دیا کہ یا اللہ تو نے میری کیسی آزمائش رکھ دی میں یہ فیصلہ تیرے ہی سپرد کرتی ہوں کسی کو مجھ پر رحم نہیں آ رہا تو ہی مجھ پر کرم کر میرے مالک۔ دونوں میں صلح ہو جائے میں کسی ایک رشتے سے جڑ کر دوسرے رشتے کو توڑ کر خود ٹوٹ جاؤں گی۔ وہ روتے ہوئے کہنے لگی انسان کتنا بے حس ہے مرے مولا وہ اپنی انا اور ضد کی خاطر رشتے تک قربان کرنے کو تیار ہو جاتا ہے، مگر میں نہیں چاہتی کہ ایسا ہو پاک پرودگار تو ہی ان کے دلوں میں رحم ڈال دے اسے صرف اپنے رب پر بھروسہ تھا کہ وہ ہی اسے اس آزمائش سے نکالے گا۔

....

بات احمد اور فزا کی پسند کی شادی کی تھی پھر دونوں میں طلاق بھی ہو گئی دیکھتے ہی دیکھتے یہ لڑائی خطرناک صورتحال اختیار کر گئی وہ بہت اپ سیٹ ہو گئی تھی زندگی نے اسے عجیب دوراہے پر لا کھڑا کیا تھا ایک طرف اس کے بھائی تھے

اور دوسری طرف اس کا شوہر اس کے بچوں کا باپ۔ اس کے لیے فیصلہ کرنا بہت مشکل ہو گیا تھا کہ وہ کس کا ساتھ دے وہ دونوں کے لیے دعا مانگ رہی تھی کہ دونوں طرف خیر ہو اس نے فیصلہ رب کے سپرد کر دیا کہ تو ہی مجھے اس مشکل گھڑی سے نکالے گا میرے مالک۔

رشتوں کے کومل دھاگوں سے جب پیر الجھتے ہیں

پل پل ٹوٹے رشتے جڑتے اور سنبھلتے ہیں

فیصلہ پنچائیت میں چلا گیا عفان نے پنچائیت میں یہ کہا کہ میر میران علی شاہ نے ساری زندگی ہماری بہن کو دکھ دیے ہیں اور جو اس نے سولہ سال پہلے کیا وہ سب یہ بھول گیا مگر ہم نہیں بھولے پھر بھی ہم نے کبھی کچھ نہیں کہا مگر اب ہم خاموش نہیں رہیں گے اس نے زبردستی احمد سے طلاق لکھوائی ہے اور اسے جھوٹے کیسوں میں جیل بھیج دیا پر پنچائیت نے کہا جو ہوا سو ہوا اب اس مسئلے کو یہی ختم کیا جائے پنچائیت کا فیصلہ یہ ہے کہ طلاق ہو چکی اب آپس میں لڑنے جھگڑنے کے بجائے دونوں فریقین اپنے اپنے کیس واپس لیں اور کوئی بھی کسی پر کیس نہیں کرے گا احمد نے جو نوٹیفیکشن دیا ہے عدالت میں وہ بھی واپس لے تم لوگ آپس میں رشتے دار ہو ایسے تو تمھاری بہن کا گھر بھی خراب ہو گا۔ بہتر فیصلہ تم سب کے لیے یہی ہے کہ آپس میں صلح کر لو عفان نے کہا کہ آئمہ ہماری بہن ہے بے شک ہمارے گھر سو بار آئے مگر میر میران علی شاہ سے ہمارا آج کے بعد کوئی تعلق نہیں یہ کہہ کر عفان فیصلے سے چلا گیا آئمہ کو جب پنچائیت کے فیصلے کا علم ہوا تو اس نے شکر ادا کیا کہ بنا کورٹ کچہری کے فیصلہ ہو گیا۔

....

آئمہ خوش تھی کہ اللہ نے اس کے آنسوؤں کی لاج رکھ لی اسے دونوں رشتوں میں سے کسی ایک کی قربانی نہیں دینا پڑی اس نے کہا یا پروردگار تو واقعی رحیم ہے۔ وہ خدا کا شکر بجالائی اس نے سوچا بھائیوں کی ناراضگی وقتی ہے آخر مان جائیں گے اگر فیصلہ کورٹ تک جاتا تو پھر نہ جانے کیا ہوتا ایک دوسرے سے زندگی بھر نہیں مل سکتے تھے۔ مگر اس کے رشتے بکھر چکے تھے بھائیوں نے رشتہ ختم کر دیا تھا آئمہ کو جب اس بات کا علم ہو آئمہ بہت روئی وہ میر میران علی شاہ کے بنا کیسے جا سکتی ہے۔

میران شاہ کچھ دن غصے میں آئمہ کو خوب سناتے رہے کہ تمھارے بھائیوں نے پنچائیت کے سامنے میری عزت دو کوڑی کی کر دی پر آئمہ کچھ کہنا نہیں چاہتی تھی اس نے سب کچھ رب کے سپرد کر دیا پنچائیت کے فیصلے کے بعد ماں اور احمد بھی واپس چلے گئے۔

وہ ماں کے گلے لگ کر بہت روئی وہ جانتی تھی کہ اب ماں سے ملنا قسمت سے ہی ہو سکے گا۔

اُس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا امی آپ میرے گھر اب واپس کب آئیں گی؟ امی نے روتے ہوئے کہا بیٹا جب قسمت لے آئے گی اور امی روتے ہوئے گاڑی میں جا کر بیٹھ گئیں۔

ماں کے جانے کے بعد گھر میں ماتم کی سی کیفیت تھی۔ بچے گھر سب اسے بہت اداس لگ رہا تھا۔ اس نے بچوں کی خاطر خود کو نارمل رکھنے کی بہت کوشش کی۔

پھر بھی اک نامعلوم سی اداسی اس پر ہر وقت طاری رہتی وہ اکثر اکیلے لان میں دیر تک بیٹھی رہتی میران شاہ کے پاس ہوتے ہوئے بھی وہ اُس سے کوسوں دور جا چکی تھی۔

باغِ ہستی سے میں اپنے نام کی بکھری ہوئی

لمحہ لمحہ کرچیاں چنتی رہی ہنستی رہی

بے رخی اور اجنبیت کے حروفوں سے سجی

کیسی کیسی تلخیاں چنتی رہی ہنستی رہی

....

جاڑے کا موسم شروع ہو چکا تھا۔ یہ موسم ویسے ہی سرد خشک اور ویران ہوتا ہے وہ باہر لان میں جا کر بیٹھ گئی ہلکی ہلکی پھوار اس کے بدن کو گیلا کر رہی تھی اور وہ کسی بت کی مانند اک مجسمے کی طرح مخصوص خامشی اور اُداسی کی دبیز چادر اوڑھے سامنے کی طرف دیکھ رہی تھی پتے بارش اور ہوا کے دوش پر لڑھکتے جا رہے تھے اور وہ ہر چیز سے بے خبر بس سامنے تکے جا رہی تھی۔

میران نے اسے لان میں اداس بھیگتا دیکھ کر پکارا آئمہ مگر وہ نہ جانے کن خیالوں میں گم تھی کہ اسے میران کی آواز سنائی نہیں دی میران کچھ دیر تک اس کے جواب کا منتظر رہا مگر وہ خیالوں میں کھوئی رہی میران شاہ نے اسے کندھے سے پکڑ کر جھنجھوڑ ڈالا اور کہا آئمہ اتنی سرد ہوا چل رہی ہے اور ہلکی ہلکی بارش بھی ہو رہی ہے چلو اٹھو کمرے میں جاؤ اس کا اداس چہرہ بہت دیر تک بے حس و حرکت رہا اس کی نگاہیں میران کی آنکھوں میں دیکھتی رہیں۔

میران نے کہا آئمہ میں کچھ کہہ رہا ہوں چلو اٹھو کمرے میں چلو بہت سرد ہوا چل رہی ہے کہیں بیمار ہی نہ ہو جاؤ میران نے خود آئمہ کو ہاتھ سے پکڑ کر اٹھایا اور روم میں لے جا کر لٹا دیا اس کی کھوئی کھوئی آنکھیں بھر آئیں اور وہ میران شاہ کے کندھے سے سر ٹکائے دیر تک آنسو بہاتی رہی۔

....

آئمہ نے بس خاموشی اختیار کر لی پہلے بھی اس نے سات سال رشتوں سے دوری کی اذیت برداشت کی تھی اب پھر وہی ہو رہا تھا اب اس نے مکمل چپ سادھ لی اسے بابا کی باتیں شدت سے یاد آتی تھیں۔

وہ آنکھوں میں آنسو لیے سوچ رہی تھی کاش بابا ہوتے تو یہ سب نہ ہوتا یوں میرے رشتے نہ بکھرتے اسے اپنی غلطی کا بھی احساس شدت سے ستائے جا رہا تھا کہ کاش میر میران علی شاہ اس کی زندگی میں نہ آیا ہوتا وہ آج سب کے ہوتے ہوئے بھی کسی سے نہیں مل سکتی تھی۔ وہ بہت روتی اسے ماں بہن، بھائیوں سب کی یاد بہت ستاتی وہ کبھی اتنا روتی کہ اسے لگتا یہ آنسو ہی اسے بہالے جائیں گے۔

اس کی زندگی دکھوں کی عبارت بن گئی تھی

بکھری ہے ذات میری

اب کرچیوں کی صورت

کیسے سمیٹوں خود کو

پاوں تلے ہیں کچلے

ارمان میرے سارے

رات کا پچھلا پہر دھیرے دھیرے گزر تا جا رہا تھا وہ میران شاہ کی تصویر ہاتھ میں لیے دیر تک اسے تکتی رہی اس کی آنکھوں سے آنسو کے قطرے گر کر تصویر کو دھندلا کرتے جا رہے تھے آئمہ نے میران کی تصویر کو دیکھتے ہوئے کہا کاش آپ میری زندگی میں آئے ہی نہ ہوتے اس نے روتے ہوئے کہا اس سے تو اچھا تھا کہ میں اسی دن مر جاتی جس دن میں نے خودکشی کی کوشش کی تھی یوں میرے رشتے تو قربان نہ ہوتے اپنوں سے دوری کا دکھ کیسا ہوتا ہے آپ کیا جانو شاہ جی یہ تو نہ جینے دیتے ہیں نہ مرنے دیتے ہیں۔

....

آئمہ بیمار رہنے لگ گئی تھی اس کے سر میں اچانک سے شدید درد اٹھتا اور اسے لگتا تھا کہ یہ درد اس کی جان لے لے گا میران شاہ نے کئی ڈاکٹرز کو چیک اپ کروایا ڈاکٹر نے درد کی وجہ شدید اسٹریس بتائی۔

اس کے چہرے پر شدت درد سے بل پڑنا شروع ہو جاتے وہ سر کو دونوں ہاتھوں میں تھامے چلانے لگتی اس کی یہ حالت میران شاہ سے دیکھی نہیں جاتی تھی اس کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو جاتے میران شاہ بمشکل اسے سنبھال پاتا اسے دوائی دیتا دوائی کھانے کے کچھ دیر بعد اس کی آنکھیں آہستہ آہستہ بند ہونا شروع ہو جاتیں اور وہ نیند کی گہری وادی میں کھو جاتی۔ میران شاہ کچھ دیر تک اس کے پاس ہی بیٹھا رہتا اسے گہری نیند میں دیکھ کر اس کے پاس سے اٹھ کر چلا جاتا میران آئمہ کی ایسی حالت دیکھ کر کافی پریشان رہنے لگا تھا۔ ایک دن میران نے کہا آئمہ خون کے رشتے ایسے نہیں ٹوٹ جاتے یہ وقتی غصہ ہے سب کا۔ تمھیں میں ایسی حالت میں نہیں دیکھ سکتا اگر تم اپنی بہن بھائیوں اور ماں کی وجہ سے اداس ہو؟ تو میری طرف سے اجازت ہے جا کر ان سے مل آؤ۔

آئمہ نے کہا شاہ جی میں آپ کے بنا کیسے جا سکتی ہوں جس گھر میں آپ کو جانے کی اجازت نہیں میں بھی وہاں نہیں جاؤں گی۔

....

راتوں کو بے خبری سے سونے والی آئمہ تہجد گزار ہو گئی تھی اپنوں کی جدائی نے اسے رب کے بہت قریب کر دیا تھا وہ لاکھ خود کو سمجھاتی خود کو نارمل رکھنے کی بہت کوشش کرتی مگر سب بے سود ثابت ہوتا۔ وہ کچھ دنوں کی جدائی میں صدیوں کی بیمار لگنے لگی تھی زرد چہرہ بکھرے بال آنکھیں اندر کو دھنس چکی تھی دن تو خیر گزر جاتا رات کو بستر پر لیٹتے ہی اسے اپنوں کی یاد ستانے لگتی۔

....

وہ رات کو جب سونے کے لیے کمرے میں آئی تو اُسے لگا کہ جیسے کمرے میں موت کی سی خاموشی مسلط ہے وہ اندر سے بہت ویران ہو چکی تھی اس لیے اُسے اپنے چاروں طرف صرف ویرانی اور سونا پن ہی لگتا تھا وہ سونے کے لیے لیٹی اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے اور اس کا تکیہ گیلا کرتے رہے اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنے آنسو پونچھے اور کروٹ بدل کر لیٹ گئی اُس کے دل کا سونا پن کچھ اور بڑھ گیا اُس نے دل میں کہا یارب جیسے تیری مرضی میرے مالک تو جب چاہے ملادے گا۔ تیری ایک اور آزمائش ہی سہی۔ تجھ سے کوئی شکوہ نہیں اس نے "یاطارقُ" کا ورد کرنا شروع کر دیا کہ اسے نیند آجائے وہ پر سکون نیند سو جانا چاہتی تھی کہ اسے کسی کی بھی یاد نہ ستائے۔ اس نے رب سے دعا مانگی، تو اتنا تو کر سکتا ہے میرے مالک نہیں ملانا نہ سہی پر تو میرا دل پتھر کا کر دے پتھر کے کب آنسو بہتے ہیں اُس نے سونے کے لیے آنکھیں موند لیں اور "یاطارقُ" کا ورد کرتے ہوئے کب آنکھ لگ گئی اُسے پتہ نہیں چلا۔

دل ہے آخر آنسو روئے گا

پتھر کے کب آنسو بہتے ہیں

....

جب سے فزا اور احمد والا مسئلہ ہوا تھا گھر میں مستقل خاموشی نے ڈیرے ڈال لیے تھے۔ میران شاہ آئمہ کی زرد رنگت دیکھ کر بجھ سے گئے تھے آئمہ اپنی جگہ خاموش ہو کر رہ گئی تھی وہ جیسے رشتے ٹوٹ جانے کے غم میں گھلتی جا رہی تھی اور نیند بھی جیسے آئمہ سے روٹھ گئی تھی وہ دیر تک خلا میں تکتی رہتی وہ ساری رات جاگتی رہتی میران شاہ اسے دیکھ کر اندر ہی اندر کڑھتے رہتے کچھ بھی تھا وہ اس کے بچوں کی ماں تھی

آئمہ کی حالت دن بہ دن بگڑتی جا رہی تھی میران شاہ آئمہ کی ایسی حالت دیکھ کر رو پڑے آئمہ نے کہا شاہ جی میں تو سمجھتی تھی کہ مرد کی آنکھ میں آنسو نہیں آتے میران کہنے لگا آئمہ میں بھی تمہارے دکھ کا حصہ دار ہوں تمہاری ایسی

حالت مجھ سے دیکھی نہیں جاتی میرے لیے نہ سہی پر اپنے بچوں کے لیے جیو آئمہ جو ہونا تھا وہ ہو گیا اب ایسا مت کرو پلیز تمھارے سر کے درد نے مجھے بے حد پریشان کر دیا ہے۔

میران شاہ بہت بدل گیا تھا آئمہ کا بہت خیال رکھتا وہ درد کی شدت سے تڑپ اٹھتی میران اس کے ہاتھوں کو دیر تک اپنے ہاتھوں میں تھامے نہ جانے کب تک بیٹھا رہتا آئمہ کہتی شاہ جی میں بالکل ٹھیک ہوں آپ پریشان نہ ہوا کریں۔

....

کچھ دن گزرے پھر کورٹ سے نوٹس مل گیا احمد اور عفان نے میران شاہ پر کیس کر دیا تھا احمد قرآن اٹھانے کے بعد مکر گیا اور اس نے کہا کہ مجھ سے طلاق زبردستی لی گئی ہے میں نے سائن نہیں کیے میری بیوی کو میران شاہ اور رئیس حمزہ خان نے زبردستی رکھا ہوا ہے آئمہ یہ سب سنتے ہی سر پکڑ کر بیٹھ گئی وہ بہت غمزدہ تھی دل شکستہ سی کہ زندگی میں سکون ابھی آتا نہیں کہ ایک اور طوفان آجاتا ہے۔

کئی ماہ تک کیس چلتا رہا آئمہ کو جو تھوڑی بہت امید تھی کہ رشتے پھر سے یکجا ہو جائیں گے وہ امید بھی اس کیس کے بعد ختم ہو چکی تھی اس نے سوچا نہیں تھا عفان بھائی کے دل میں اتنے سالوں کی دبی چنگاری یوں سب کچھ جلا کر راکھ کر دے گی عفان بھائی نے وسیم سہیل کے ساتھ مل کر اس کیس کو بہت ہوا دی عفان سولہ سال پہلے والا بھی غصہ اس کیس کی صورت میں نکال رہا تھا۔

اُس نے سوچا کچھ رشتوں کو کتنا بھی سینچ سینچ کر رکھا جائے مگر وہ اتنے ہی ناپائیدار ہوتے ہیں کہ جیسے بند مٹھی میں ریت ہو ذرا سی مٹھی ڈھیلی کی اور وہ ہاتھ سے پھسل گئے۔

....

آج فزا کا بیان کورٹ میں لیا جانا تھا۔ آئمہ کو کسی پل چین نہیں تھا کورٹ سے گھر تک کا راستہ دو گھنٹے کا تھا آئمہ کے لیے پل پل گزارنا مشکل ہو گیا وہ اندر سے بہت ڈری ہوئی تھی کہ نہ جانے فزا عدالت کے سامنے جا کر کیا بیان دے گی اور پھر سے کون سا طوفان اس کی زندگی میں آئے گا۔

مگر فزا نے عدالت میں آ کر گواہی دی کہ مجھے احمد طلاق دے چکا ہے اگر احمد یہ سمجھ رہا ہے کہ مجھے طلاق نہیں ہوئی تو میں احمد سے طلاق مانگتی ہوں کیونکہ مجھے یہ بات سمجھ میں آ چکی ہے کہ احمد نے شادی مجھ سے میری دولت کی وجہ سے کی تھی عدالت نے یہ کیس خارج کر دیا اور فیصلہ فزا کے حق میں دے دیا۔

....

آئمہ نے خود کو پتھر کا بنا لیا تھا پر اپنوں کی یاد اس کی آنکھوں میں آنسو لے ہی آتی تھی۔ اخبار میں نیوز پڑھتے ہوئے اس نے فادر ڈے کے بارے میں لکھا ہو اسعد اللہ شاہ کا ایک کالم پڑھا کہ باپ ایک ایسا سایہ دار شجر ہوتا ہے جو اپنے بچوں کو سکھ دینے کی خاطر سایہ دار شجر کی طرح خود سارا دن دھوپ میں جلتا ہے اُس کی آنکھ سے آنسو چھلک پڑے اُسے اپنے بابا کی یاد شدت سے آئی کہ کاش میرے بابا ہوتے وہ دیر تک روتی رہی پھر اٹھی قرآن پاک پڑھا، قرآن پاک پڑھتے ہوئے بھی اس کی آنکھ سے آنسو جاری تھے اس کے پاس بابا کی ایک ہی تو نشانی تھی قرآن پاک وہ قرآن پاک کو سینے سے لگائے دیر تک روتی رہی یہ وہ قرآن پاک تھا جو اس کے بابا پڑھا کرتے تھے بابا کی وفات کے بعد مائلہ اور چھوٹی بہن رومیشہ نے ماں سے بہت جھگڑا کیا تھا کہ وہ بابا کا قرآن پاک لیں گی مگر ماں نے یہ کہتے ہوئے کہ آئمہ کو ہم کچھ اور نہیں دے سکے اس پر حق آئمہ کا ہی ہے اور وہ قرآن پاک آئمہ کو دے دیا۔

آج لگتا تھا کہ آنسوؤں کا سیلاب اُمڈ آیا ہو آئمہ روئے جا رہی تھی اور دعا مانگ رہی تھی کہ قادرِ مطلق تو مجھے معاف کر دے بے شک تو ہی توبہ قبول کرنے والا مہربان رب ہے میں نے اپنے بابا کو بہت دکھ دیئے ہیں۔ اُسے بابا کی آنکھوں کی نمی اب بھی نہیں بھول رہی تھی۔

جب بابا نے اسے بہت سمجھایا تھا کہ بیٹا ایسا مت کرو ماں باپ ہمیشہ اولاد کے بھلے کا ہی سوچتے ہیں تب آئمہ کو کچھ سمجھ نہیں آیا تھا اور وہ بابا کی نافرمانی کر گئی تھی اور آج اسے سب باتیں شدت سے یاد آ رہی تھیں کہ کاش بابا اس دنیا میں ہوتے اور وہ بابا کے پاؤں پکڑ کر معافی مانگ لیتی مگر افسوس اب بابا نہیں رہے تھے۔

اس نے بابا کی بات نہ مان کر اپنے لیے لمحہ لمحہ اذیت بھری زندگی کا انتخاب کیا تھا وہ اب بہت پچھتا رہی تھی مگر اب بابا نہیں رہے تھے اس نے روتے ہوئے کہا سچ کہتے ہیں ماں باپ کی نافرمانی کی سزا یہیں اسی دنیا میں مل جاتی ہے۔

وہ بابا کے منع کرنے کے باوجود میران شاہ کے گھر آ گئی تھی آئمہ آج خود کو بہت اکیلا محسوس کر رہی تھی اسے زندگی نے بہت کچھ سکھا دیا تھا اب وہ ماں سے بھی نہیں مل سکتی تھی اس کے اپنے سب اس سے دور ہو گئے تھے۔

لمحہ لمحہ کرچیاں چبھنے لگیں

اس لیے آنسو رواں آنکھوں سے ہیں

درد کا رختِ سفر سینے پہ ہے

اور منزل کا نشان آنکھوں میں ہے

ایک نادیدہ کرم کی آنچ سے

پھیلتا کتنا دھواں آنکھوں میں ہے

میں مدھر راتوں کی البیلی مہک

جاگتا اک خواب سا آنکھوں میں ہے

وقت نے بے وقت تڑپایا مجھے

بے زری کا اب جہاں آنکھوں میں ہے

میں دعا دیتی اسے کیسے دعا

اک وہی نامہرباں آنکھوں میں ہے

لامکانی میں مکاں آنکھوں میں ہے

یعنی اک خواہش عیاں آنکھوں میں ہے

....

میران شاہ آئمہ کی بیماری کا سن کر کافی پریشان رہنے لگا تھا ساری ساری رات جاگتا رہتا بے چین کبھی اِدھر کبھی اُدھر ٹہلتا رہتا آئمہ کی اداس آنکھیں اسے کسی پل چین نہ لینے دیتیں۔ وہ خود کو آئمہ کا مجرم سمجھنے لگا تھا۔

....

وہ کافی دیر سے وہیں اُس کے پاس بیٹھا ہوا تھا اور وہ ہر چیز سے بے خبر جائے نماز پر بیٹھی اللہ کی عبادت میں مصروف تھی پھر اُس نے خدا کے حضور ایک لمبا سجدہ کیا اور دعا مانگ کر اٹھنے لگی تو میران شاہ نے کہا آئمہ میں بہت دیر سے تمھارا انتظار کر رہا ہوں کہ تم کب جائے نماز سے اٹھتی ہو۔ مگر تم اللہ کی عبادت میں اتنی مگن تھی کہ تمھیں وقت کا اندازہ ہی نہیں ہوا۔ تم نے آج کتنا لمبا سجدہ کیا۔

آئمہ نے میران کی طرف دیکھتے ہوئے کہا شاہ جی جب صحیح معنوں میں انسان کا تعلق رب سے جڑ جائے تو دولت کی فراوانی انسان کی خوبصورتی یا حسب نسب اس کا دل کسی طرف مائل نہیں ہوتا وہ مکمل طور پر رب سے لو لگا لیتا ہے۔

....

وہ لان میں چپ چاپ بیٹھی تھی میران نے اسے اداس بیٹھا دیکھ کر کہا آئمہ اتنی خاموش نہ رہا کرو تمھاری خاموشی سے مجھے وحشت ہونے لگتی ہے۔

وہ کہنے لگی شاہ جی مجھے تو خود کبھی کبھی میری اپنی ہی خاموشی ڈسنے لگتی ہے کیا کروں کسی سے بات کرنے کو جی نہیں چاہتا۔

اُس نے سوچا کبھی کبھی ہم اس قدر خاموش ہو جاتے ہیں کہ ہمیں اپنی آواز بھی سنائی نہیں دیتی ہماری زندگی میں اچھا ہو رہا ہے یا برا ہمیں اس بات سے بھی کوئی فرق نہیں پڑتا ہم اندر سے اس قدر ویران ہو جاتے ہیں کہ ہمیں اپنی بھی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ یہ کہتے ہوئے وہ رو دی اور کہنے لگی

شاہ جی! آنسو بہتے تو آنکھوں سے ہیں مگر ہمارے پورے وجود پر لرزہ طاری ہو جاتا ہے شاید اس لیے کہ ہم کمزور ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ لمحہ لمحہ گرتے ہوئے آنسوؤں سے جو درد کی تعمیر ہوتی ہے وہ ہمیں اندر ہی اندر ویران کر تی چلی جاتی ہے وہ درد کی زنجیر ہمیں کچھ اسطرح سے جکڑے رکھتی ہے کہ درد بڑھتے بڑھتے تناور درخت بن جاتا ہے جس کی جڑیں پھر ہم کبھی نہیں کاٹ سکتے۔

میران نے اسے گلے لگاتے ہوئے کہا آئمہ بھول جاؤ سب پرانی باتوں کو اندھیرے سے نکل کر روشنی میں آؤ اپنے ارد گرد دیکھو تمھارے پاس تمھارے اپنے موجود ہیں تم اکیلی نہیں ہو۔

آئمہ کہنے لگی شاہ جی ہر بات کے دو رخ ہوتے ہیں روشنی اور اندھیرا۔

میران کہنے لگا تو تم روشنی پر فوکس کرو اندھیرے کو اپنی طرف مت آنے دو۔

آئمہ کہنے لگی شاہ جی جب رشتے ٹوٹ جائیں تو انسان ٹوٹ جاتا ہے اور ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا نظر آتا ہے روشنی ہوتے ہوئے بھی نظر نہیں آتی۔

میران شاہ کہنے لگا آئمہ اب تمھیں خود ہی ہمت کرنا ہو گی کب تک سوگ مناؤ گی ان ٹوٹے ہوئے رشتوں کا۔

آئمہ کہنے لگی شاہ جی! آپ کو اندازہ نہیں میری حالت کا۔

میران کہنے لگے مجھے اندازہ ہے تمھاری حالت کا میں تمھاری آنکھوں کا کرب دیکھ سکتا ہوں۔

آئمہ نے کہا میں اندر سے مکمل ویران ہو چکی ہوں کیا کروں خود کو نارمل رکھنے کی بہت کوشش کرتی ہوں مگر اپنوں کی جدائی سہہ نہیں پا رہی۔ یہ کہتے ہوئے وہ میران شاہ کے گلے لگ کر رو پڑی میران شاہ نے کہا آئمہ تمھاری خاموشی نے مجھے مار ڈالا ہے میں خود کو بہت تنہا محسوس کرنے لگ گیا ہوں۔

کہیں نہ کہیں میں بھی قصوروار ہوں میں تمھیں اب اکیلا کبھی نہیں چھوڑوں گا تمھیں اپنی اس خاموشی کو ختم کرنا ہو گا میرے لیے نہ سہی اپنے بچوں کے لیے ہی سہی پر زندگی کی طرف لوٹنا ہو گا۔

آئمہ نے کہا شاہ جی آپ جانتے نہیں کہ گہرے سکوت میں کتنے درد پنہاں ہوتے ہیں آپ اس کی گہرائی کا اندازہ نہیں لگا سکتے۔ میران نے کہا جانتا ہوں آئمہ اسی لیے تو اندر سے ڈرا ہوا ہوں کہ اپنوں کی جدائی تمھیں اندر ہی اندر کھائے جا رہی ہے۔

خود کو بدلو آئمہ میری طرف دیکھو میں لوٹ آیا ہوں تمھارے پاس میری محبت کو محسوس کر کے دیکھو زندگی کی خوبصورتی کیا ہے تمھیں نظر آنے لگے گی۔

اُس نے میران کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا شاہ جی محبت اس محبت سے درد کا رشتہ ہے میرا۔

محبت اب نہیں کر سکوں گی شاید اس لیے کہ اندر بہت ویران ہو گیا ہے میرا۔

میران شاہ نے کہا! ہاں جانتا ہوں آئمہ کہ میں نے تمھیں دکھ دینے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی مگر اب جب میں واپس لوٹ آیا ہوں تو کیا مجھے معاف نہیں کرو گی ؟

میران کی باتیں سن کر آئمہ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے میران کہنے لگا آئمہ جانتی ہو، محبت مرتی نہیں ہے بس ہم دفن کر دیتے ہیں شاید وہ ہی دن اچھے تھے۔

جب میں نے تمھیں ٹوٹ کر چاہا تھا بس پھر انا آ گئی درمیاں اور سب ختم ہو گیا اور میں بدلے کی آگ میں جلتا رہا اور اس بدلے میں میں نے تمھارے ساتھ وہ کر دیا جو سوچا نہیں تھا۔

خود اپنے اندر سے محبت ختم کر کے نفرت بھر لی۔ اس نفرت میں کبھی کبھی اتنی شدت ہوتی تھی کہ نفرت میں محبت کا گماں ہونے لگتا تھا۔ بارہا چاہا کہ پلٹ جاؤں تمھارے پاس تمھیں سب بتا دوں مگر میری انا میری خودداری نے مجھے یہ سب کرنے نہیں دیا۔

میں بہت تھک چکا ہوں اب تمھارے درد کی اور وجہ نہیں بن سکتا تمھاری اداس آنکھیں تمھاری خاموشی مجھے بہت کچھ کہہ جاتی ہے میں اپنے آپ ہی تمھارا مجرم بنتا جا رہا ہوں۔

یہ تو تم تھیں جو مجھے چھوڑ کر نہیں گئیں کوئی اور ہوتا تو شاید کب کا مجھے چھوڑ کر جا چکا ہوتا۔

میران نے آئمہ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں پکڑتے ہوئے کہا خاموشی توڑ دو پلیز

اور مجھے دل سے معاف کر دو کیونکہ جب دل معاف کرنے پر آئے تو نفرت کو محبت میں بدلتے دیر نہیں لگتی۔

آج شاید ایک مدت بعد ہم میں محبت کی بات ہوئی ہے آئمہ پلیز کچھ تو کہو۔

اُس نے کہا شاہ جی کیا علم کہ یہ محبت نہ ہو یہ وقتی احساس ہو آپ کا۔

میران شاہ نے کہا کیوں اتنا الجھا رہی ہو اس رشتے کو؟

وقتی احساس مگر کیا وقتی احساس ہمارے درمیاں ہو سکتا ہے ہم نے ایک ساتھ زندگی کے سولہ سال گزارے ہیں۔

آئمہ کہنے لگی زندگی!

زندگی دیکھا جائے تو بہت ویران ہے ارد گرد بہت سناٹا ہے شاہ جی اب ٹوٹے ہوئے دل واپس نہیں جڑ سکتے۔

میران اُس کے چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا آئمہ تمھارے چہرے سے مسکراہٹ ہی چلی گئی ہے پلیز مسکرا ہی دو

آئمہ نے اپنی نم آنکھوں سے میران کی طرف دیکھا اور بھرائی ہوئی آواز میں کہنے لگی شاہ جی بعض دفعہ لفظوں کا زہر اتنا پُر تاثیر ہوتا ہے کہ ہونٹوں کی ہنسی بے جان ہو جاتی ہے میں اب کیسے مسکراؤں۔

میران شاہ پتھر کے بت کی طرح وہیں بیٹھ گیا جانے کتنا سمے بیتا کچھ یاد نہیں اور مرے مرے قدموں سے اٹھا اور باہر چلا گیا۔

....

اس کو کسی پل سکون نہیں آ رہا تھا اسے اس بات کا احساس شدت سے ستا رہا تھا کہ اس سے گناہ سرزد ہوا تھا کیونکہ کہتے ہیں کہ کسی کے دل کو توڑ دینا بھی کسی گناہ سے کم نہیں اور اس سے یہ گناہ بار بار ہوا تھا اس سے غلطی نہیں ہوئی تھی کہ جس کی تلافی ہو سکتی تھی اس سے گناہ ہوا تھا وہ آئمہ کا مجرم تھا اس نے سوچا روزِ آخرت جب وہ خدا کی عدالت میں مجرم کی طرح کٹہرے میں کھڑا ہو گا تب وہ خدا کا سامنا کیسے کرے گا اِس احساسِ جرم نے اس کی راتوں کی نیند چھین لی تھی وہ خود کو آئمہ کا مجرم سمجھنے لگا تھا وہ سچے دل سے اپنی غلطی کا کفارا ادا کرنا چاہتا تھا اُس نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضری دینے کا فیصلہ کیا۔ پھر اس نے سوچا کہ میں نے تو کبھی نماز ہی نہیں پڑھی مجھے تو یہ بھی علم نہیں کہ نماز میں کیا پڑھا جاتا ہے میں اب خدا سے معافی کیسے مانگوں روٹھے ہوئے رب کو میں اب کیسے مناؤں وہ سوچ میں پڑ گیا کہ مجھے اپنے ناکردہ گناہوں کا کفارا کیسے ادا کرنا ہو گا؟

کیا نفلی روزے رکھوں مسجد میں جاؤں یا درگاہوں پر پھر اس نے سوچا کہتے ہیں رب تو ہر جگہ موجود ہے اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے وہ وہی زمین پر دوزانو بیٹھ گیا اور اپنے ہاتھ دعا کے لیے بلند کر دیے اور گڑگڑاتے ہوئے کہنے لگا

اے خدایا تو گناہوں کو معاف کرنے والا رب ہے بے شک میں نے آئمہ کے ساتھ بہت برا برتاؤ رکھا ہے یااللہ میں بھٹک گیا تھا تو مجھے معاف کر دے میں اب کبھی اسے دکھ نہیں دوں گا وہ دیر تک خدا کے حضور گڑگڑا کر دعا مانگتا رہا۔

....

میران شاہ نے کہا آئمہ جب فزا اور احمد کی طلاق ہو چکی تھی پنچائیت نے بھی فیصلہ کر دیا تھا پھر تمہارے ہی بھائی نے وہ فیصلہ ماننے سے انکار کر دیا اور بلاوجہ اتنا اس کیس کو اچھالا وہ احمد کا استعمال کر کے سولہ سال پہلے کا غصہ نکال رہے تھے سب کچھ ٹھیک ہو گیا تھا پر پھر سب کچھ خراب کر دیا آئمہ نے کہا شاہ جی میں جانتی ہوں آپ بھی اتنے ہی قصور وار تھے جتنے عفان بھائی آپ نے بھی کم نہیں کیا اور رہی سہی کسر عفان بھائی نے نفرت میں پوری کر دی۔

میں سوائے افسوس کرنے کے اور دکھ منانے کے کچھ نہیں کر سکتی جہاں میران شاہ غلط تھا وہاں عفان نے بھی درست قدم نہیں اٹھایا تھا۔

....

اس واقعے کو تقریباً ایک سال گزر چکا تھا ایک دن اچانک ہی رومیشہ آئمہ کے گھر آگئی آئمہ کی ایسی حالت ہو گی اسے بھی اندازہ نہیں تھا۔

وہ آئمہ کے گلے لگ کر بہت روئی آئمہ نے پوچھا اماں اور باقی سب کیسے ہیں رومیشہ نے بتایا کہ سب کو بہت دکھ ہے سب بہت پچھتا رہے ہیں عفان بھائی کو پہلے کا غصہ تھا اس لیے وہ احمد کا ساتھ دے گئے بعد میں عفان بھائی اپنے کیے پر بہت پچھتائے آپ کو سب بہت یاد کرتے ہیں پر انا کے ہاتھوں مجبور ہیں اس لیے بات نہیں کرتے سب کا کہنا ہے ہمارے گھر کے دروازے آئمہ کے لیے کھلے ہیں وہ جب آنا چاہے آسکتی ہے۔

آئمہ نے کہا اتنا کچھ ہو جانے کے بعد اب پچھتانے سے کیا فائدہ عفان بھائی تو بہت سمجھدار تھے کبھی غلط کا ساتھ نہیں دیتے تھے پھر انھوں نے احمد کا ساتھ کیوں دیا رومیشہ کہنے لگی بس اب بہت پچھتا رہے ہیں کیونکہ انھیں بھی علم ہو چکا ہے کہ احمد ہی غلط تھا احمد نے وسیم سہیل کے ساتھ مل کر فزا کی جائیداد ہتھیانے کا پروگرام بنایا تھا مگر اب کیا ہو سکتا ہے رومیشہ آئمہ سے مل کر واپس چلی گئی۔

....

میران کمرے میں داخل ہوا کمرے میں ہر طرف اندھیرا تھا سیاہ رات نے ہر چیز کو ڈھانپ رکھا تھا اُس نے ٹٹولتے ہوئے لائٹ کا بٹن آن کیا تو وہ دواؤں کے زیر اثر بیڈ پر پر سکون سے سو رہی تھی۔ میران شاہ نے اس کا بہت علاج کروایا تب کہیں جا کر وہ پہلے سے کچھ بہتر ہو گئی تھی میران اس کے پاس ہی بیٹھا اسے تکتا رہا اور دل میں سوچا آئمہ تم آج بھی اتنی ہی حسین اور معصوم ہو جتنی سولہ سال پہلے تھی کہ میری پہلی ہی نظر تم پر ٹھہر گئی تھی اور آج لگتا ہے کہ میں نے زندگی کے سولہ سال یونہی گنوا دیے تمھیں کبھی محبت نہیں دے سکا جس کی تم حقدار تھیں۔

اور سوچنے لگا میں واقعی خوش نصیب ہوں کہ تم جیسی بیوی مجھے ملی اور میں کتنا ناشکرا تھا کہ تمھاری قدر نہ کر سکا یہ سوچتے ہوئے میران کی آنکھیں پر نم ہو گئیں۔

....

وہ خدا کے حضور معافی مانگ چکا تھا پھر بھی اس کا دل مطمئن نہیں تھا کہ خدا نے اسے معاف کر دیا ہو گا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ اس نے تو ساری زندگی گناہ ہی کیے ہیں پھر اس نے اپنے روٹھے ہوئے رب کو منانے کا ارادہ کیا اور سوچا کیوں نہ میں اللہ کے گھر خانہ کعبہ جاؤں وہاں سے تو اللہ مجھے خالی ہاتھ واپس نہیں لوٹائے گا۔

خانہ کعبہ تو اللہ کا گھر ہے اور وہاں اللہ کی رحمتوں کا نزول سب سے زیادہ ہو گا اگلے ہی دن اس نے عمرے کے لیے اپلائی کر دیا اور کچھ دن بعد وہ خانہ کعبہ پہنچ گیا

وہ دل میں پشیمانی اور بے بسی لیے آج اللہ کے گھر میں کھڑا تھا اس کی رحمت کا طلب گار تھا اللہ عزوجل کے خوف اور ہیبت سے اس کی آنکھوں سے متواتر آنسو بہہ رہے تھے اس پر رقت طاری ہو گئی اس کا پورا وجود پسینے سے شرابور تھا وہ نظریں جھکائے نادم خانہ کعبہ کے سامنے کھڑا تھا اس کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے وہ گڑ گڑانے لگا اپنے گناہوں کی معافی مانگنے لگا گڑ گڑاتے ہوئے کہنے لگا یا اللہ میں آج تیرے گھر میں تیری عدالت میں کھڑا ہوں اور خود کو تیرے سامنے پیش کر رہا ہوں میں گناہگاروں میں تھا تو تو میرے ہر گناہ سے واقف ہے میں اپنے ہر گناہ کا اقرار کرتا ہوں تو تو

شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے میں اتنا سیاہ دل کیسے ہو گیا تھا کہ میں گناہ پر گناہ کرتا گیا اور تو نے میری رسی کو ڈھیل دیے رکھی تو مجھے بخش دے میرے مالک میرے گناہوں کو بخش دے۔ بیشک سب سے پہلا گھر جو لوگوں کی عبادت کو مقرر ہوا وہ یہی ہے خانہ کعبہ برکت والا سارے جہان کا راہنما اور جو اس میں آئے امان میں رہے تجھے تیرے ہی گھر کا واسطہ دیتا ہوں میرے مولا تو مجھے بخش دے تو نے ہی تو کہا ہے کہ جس نے سچے دل سے توبہ کی اور اپنا آپ سنبھالا تو ضرور تو بخش دے گا۔

روتے روتے اس کا چہرہ آنسوؤں سے تر ہو گیا اس نے روتے ہوئے کہا یا اللہ مجھے تو تیری آیتیں بھی یاد نہیں کیا پڑھ کر تجھ سے معافی مانگوں تو مجھے معاف کر دے کہ میرے دل کو قرار آ جائے تو تو رحمان ہے رحم کرنے والا میں گمراہی میں تھا تو مجھے نیک ہدایت دے دے مجھے دوزخ کا ایندھن بنانے سے بچا لے میرے مالک تو تو کہتا ہے نا کہ اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار بن جاؤ اللہ تمھیں دوست رکھے گا تمھارے گناہ بخش دے گا تو بس مجھے ایک موقع دے دے سدھرنے کا میں پھر سے کوئی گناہ نہیں کروں گا تیری ہی عبادت کروں گا۔

اُس نے جتنے دن بھی مکہ میں قیام کیا ہر روز اللہ کے حضور حاظر ہوتا رہا اور رو رو کر اپنے گناہوں کی معافی مانگتا رہا عمرہ کر کے وہ واپس لوٹ آیا اب وہ اپنے آپ کو بہت ہلکا پھلکا محسوس کر رہا تھا کہ اس نے اپنے گناہوں کی معافی اپنے رب سے مانگ لی تھی اس نے دل میں تہیہ کیا کہ اب وہ کبھی بھی کوئی گناہ نہیں کرے گا اور آئمہ کو ہمیشہ خوش رکھے گا۔

....

ماں سے ملے پورے پانچ سال بیت گئے مینال ڈاکٹر بن چکی تھی مینال کا بہت اچھی جگہ سے رشتہ آیا ہوا تھا میران شاہ نے آئمہ سے پوچھا مینال کے لیے ایک رشتہ ہے میرے دوست کے بیٹے کا انجینئر ہے تمھاری کیا مرضی ہے آئمہ نے کہا آپ ان لوگوں کو گھر بلوا لیجیے پھر دیکھتے ہیں لڑکے والوں کو مینال بہت پسند آئی اور انھوں نے فوراً ہاں کر دی جیسے جیسے شادی کے دن قریب آتے جا رہے تھے اسے بابا کی یاد کچھ زیادہ ہی ستانے لگی تھی وہ بابا کو بہت مس کرتی مہمان ایک ہفتہ پہلے سے ہی آنا شروع ہو گئے تھے۔

ڈھولک کی تھاپ پر سکھیاں ناچ رہی تھیں لڑکیاں مل کر گیت گا رہی تھیں ہر طرف خوشیاں ہی خوشیاں بکھری ہوئی تھیں بچے اٹھکیلیاں کر رہے تھے۔

مگر گانا سنتے ہی آئمہ کی آنکھوں میں نمی اُتر آئی۔

وے دنیا دے سوہنا ربا اے کی کھیڈ تو بنائی

کتھے دھیاں جمدیاں نے تو کتھے باگھ پھڑائی

بابل میری گڈیاں تیرے گھر رہ گئیاں

لکھیاں نصیباں دیاں جھولی وچ پے گئیاں

جیسے جیسے گانا چلتا جا رہا تھا آئمہ کی آنکھوں سے آنسو بہنے کو تیار تھے میران شاہ نے آئمہ کی آنکھوں میں چھپی تحریر پڑھ لی اور کہا کیا بات ہے آئمہ آنکھوں میں آنسو کس لیے؟

آئمہ نے کہا بابا کی یاد آگئی؟

آئمہ اپنے بہتے ہوئے آنسوؤں کو روک نہیں پائی اور روتی ہوئی آنکھوں سے کہنے لگی بابا نے بھی تو میرے لیے ایسے ہی خواب دیکھے تھے ناں جنھیں میں نے چکنا چور کر دیا میران شاہ کی آنکھوں سے آنسو آگئے آئمہ کو گلے لگاتے

ہوئے کہا آئمہ پلیز اب بس کرو بابا کی باتیں یاد کر کر کے کتنا روؤ گی اور مجھے کتنا رلاؤ گی شکر ادا کیا کرو کہ بابا نے تمھاری غلطی معاف کر دی تھی آج میری اپنی بیٹی بیاہ کر پرائے گھر جا رہی ہے تو مجھے احساس ہو رہا ہے کہ بیٹی سے دوری کیسی ہوتی ہے بس تم شکر ادا کرو کہ بابا نے تمھیں اپنی زندگی میں ہی معاف کر دیا تھا۔

مینال نے کہا مما میں چاہتی تھی کہ میری شادی میں سب آئیں کیا ایسا ممکن نہیں آئمہ نے کہا کچھ فیصلے ہمارے اپنے ہوتے ہیں جنھیں ہم بدل نہیں سکتے کچھ فیصلے رب کرتا ہے تمہارے بابا کبھی نہیں مانیں گے اس لیے تم بھی ان ٹوٹے ہوئے رشتوں کو مت یاد کرو اور نہ مجھے ان کی یاد دلاؤ۔ یہ کہتے ہوئے آئمہ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے مینال نے کہا میں بابا سے خود بات کروں گی یہ کہہ کر مینال چلی گئی۔

مینال میران شاہ کے کمرے میں گئی اور کہا بابا مجھے آپ سے کچھ کہنا ہے میران شاہ نے کہا "ہاں کہو بیٹا" مینال نے کہا مجھے یہ کہنا ہے کہ کیا آپ نے کبھی میری ماں کی آنکھوں کی نمی محسوس کی ہے؟ کیا ان ٹوٹے ہوئے رشتوں کی کرچیاں میری ماں کی آنکھوں میں دیکھی ہیں؟ کیا آپ نے کبھی سوچا کہ مما کو آپ نے ساری زندگی کتنے دکھ کتنی اذیت دی ہے مینال بہت جذباتی ہو رہی تھی۔

آپ سے آج یہ سوال ہے میرا؟ مجھے یہ بتائیے کہ مما نے ہم سب کے لیے کیا نہیں کیا آپ کی عزت کی خاطر اپنے رشتے تک قربان کر دیے آپ نے کیا دیا مما کو صرف دکھ تکلیفیں!

مما نے کبھی آپ سے شکایت کی کہ آپ غلط تھے شاہ جی آپ کی وجہ سے میرے رشتے ٹوٹ گئے پر انھوں نے کبھی آپ سے شکایت نہیں کی اپنا دکھ درد اپنے اندر سمیٹے رہیں کبھی شکایت نہیں کی۔ کیا نہیں کیا انھوں نے ہمارے لیے، میں ان کی سوتیلی اولاد ہوں اپنی سگی اولاد سے بڑھ کر مجھ سے اور حسنین سے پیار کیا آپ کے ساتھ جڑے ہوئے ہر رشتے کی قدر کی مما نے۔

انکل میر ہارب علی شاہ کے جانے کے بعد ان کے بچوں کا کتنا خیال کیا ممانے ہمارے ساتھ ان سب کو بھی سنبھالا پالا اور آپ نے بدلے میں کیا دیا مما کو

ان کی عمر بھر کی ریاضتوں کا یہ صلہ دیا بابا آپ نے، میر میران علی شاہ مینال کی باتیں سن کر سکتے میں تھا اس کے پاس کوئی جواب نہیں تھا کہ وہ اب کیا کہے مینال نے کہا ممانے آپ سے کبھی شکایت نہیں کی کہ ان کے رشتے کیوں ٹوٹ گئے پر مجھے بہت افسوس ہے بابا کہ آپ سچ مچ میں پتھر کے بنے ہوئے انسان ہیں جسے دوسروں کی فیلنگز کی کوئی قدر نہیں پر میں بھی آپ کی ہی بیٹی ہوں میں شادی نہیں کروں گی جب تک نانی ماں ماموں، مائلہ، رومیشہ آنٹی سب میری شادی میں نہیں آتے فیصلہ اب آپ کو کرنا ہے بابا۔

آپ میری ماں کو خوشیاں دیتے ہیں یا میں یہ شادی خود توڑ دوں یہ کہہ کر مینال وہاں سے چلی گئی جاتے ہوئے مینال آئمہ کی ڈائری میران شاہ کو دے گئی اور کہا اسے ضرور پڑھ لیجیے گا بابا جس میں آپ کی بے وفائی کی داستان تحریر ہے۔

میران شاہ بہت نادم تھا سر نیچے کیے بہت دیر تک سوچتا رہا کہ مینال مجھے آج کیا کہہ گئی ہے۔ وہ اپنے کیے پر شرمندہ تھا۔ میران شاہ نے آئمہ کی ڈائری پڑھی ڈائری پڑھ کر میران شاہ بہت رویا آئمہ سے معافی مانگی آئمہ نے ڈائری میں ہر بات لکھی تھی جو کچھ میران نے آئمہ کے ساتھ کیا تھا میران شاہ کو احساس ہوا کہ وہ کتنا غلط تھا میران شاہ کی ماں بھی کہتی آئمہ کے ساتھ کبھی بھی اب برا سلوک مت کرنا آئمہ کا یہ احسان کم ہے کیا کہ اس نے تمھارے پہلے بچوں کو ماں کا پیار دیا تمھاری سب زیادتیوں کے باوجود تمھیں اور اس گھر کو چھوڑ کر کبھی نہیں گئی بچوں کو اپنی ماں یاد بھی نہیں آتی میران شاہ کو اس بات کا بھی احساس شدت سے ہوا کہ آئمہ نے میران شاہ کے پہلے بچوں کو ماں بن کر پالا میران شاہ اپنے کیے پر شرمندہ تھا اور آئمہ سے معافی بھی مانگی اور وعدہ کیا کہ اب اسے کبھی دکھ نہیں دے گا۔

میران شاہ نے وعدہ کیا کہ وہ آئمہ کے بچھڑے ہوئے رشتے خود جوڑے گا میران شاہ جب عفان کے گھر گیا عفان بہت شرمندہ تھا۔ وہ اپنے کیے پر بہت نادم کہ اسے احمد کا ساتھ نہیں دینا چاہیے تھا عفان نے کہا کہ بس اس وقت اور حالات ہی ایسے تھے کہ بدلے کی آگ میں جو بھی کر رہے تھے سب صحیح لگ رہا تھا عفان اور حاشر نے میران شاہ سے اپنے رویئے کی معافی مانگی کہ حالات ہی ایسے ہو گئے تھے کہ ہمیں کچھ سمجھ نہیں آیا ہمیں بعد میں علم ہوا کہ احمد نے لالچ میں فزا سے شادی کی تھی ورنہ ہم احمد کا ساتھ کبھی نہ دیتے میران شاہ نے کہا جو ہوا اسے سب بھول جائیں میں صرف اور صرف آئمہ کو خوش دیکھنا چاہتا ہوں آج اسی لیے آپ کے دروازے پر آیا ہوں کہ آئمہ کو اس کی خوشیاں لوٹا سکوں عفان اور حاشر نے کہا ہم نے بھی آئمہ کو بہت دکھ دیا ہے ہم اپنے کیے پر شرمندہ ہیں۔

مینال کے مایوں کے دن سب آ گئے تھے آئمہ ماں کے گلے لگ کر بہت روئی آئمہ کو روتا دیکھ کر سب کی آنکھوں میں آنسو آ گئے میران شاہ کے آنسو اس کی گال سے پھسل کر اس کے گریبان میں آ کر جذب ہونے لگے میران شاہ نے جلدی سے اپنے آنسو صاف کیے اور آگے بڑھ کر روتی ہوئی آئمہ کو گلے لگا لیا آئمہ کی آواز ہچکیوں میں ڈوب گئی ماں نے کہا آئمہ نہیں رو میری بچی ساری زندگی تمھیں آنسوؤں کے سوا ملا بھی کیا ہے اب نہیں رو خدا کا شکر ادا کرو کہ سب ٹوٹے ہوئے رشتے پھر سے جڑ گئے ہیں۔

آئمہ کے چہرے سے افسردگی کا دبیز پردہ اٹھا اور اس کے چہرے پر خوشیوں کے رنگ بکھرنے لگے وہ خدا کا شکر بجا لائی۔

....

چاند نکل چکا تھا آسمان بہت صاف تھارات بہت اجلی شادی والا گھر تھاسب ناچ گانے میں لگے ہوئے تھے سب خوش تھے کہ سب مل گئے پھر سے گانا سنتے ہی آئمہ کی آنکھیں بھر آئیں اسے بابا کی یاد شدت سے ستائی "ساڈا چڑیاں دا چنبا اے بابل اساں اڈ جاناں" یہ گانا سنتے ہی بابا کی آنکھوں میں آنسو آجاتے تھے آئمہ کو کبھی اس گانے کے بول سمجھ نہیں آئے تھے کہ بابا کی آنکھیں یہ گانا سنتے ہی کیوں بھر آتی ہیں وہ بابا سے پوچھتی بھی کہ بابا ایسا کیا ہے اس گانے میں کہ یہ گانا سنتے ہی آپ کی آنکھیں بھر آتیں ہیں بابا آئمہ کو گلے سے لگا کر پیار کرتے اور ہنس کر کہتے جب تمہاری شادی ہو گی ناں بیٹا تب سمجھ آئے گی آئمہ کہتی بابا میں شادی نہیں کروں گی کبھی بھی آپ کو چھوڑ کر نہیں جاؤں گی۔

اور آج اپنی بیٹی کی شادی پر اسے اس گانے کے بول سمجھ آ گئے تھے کہ بابا یہ گانا سنتے ہی کیوں رو پڑتے تھے۔

آئمہ کی زندگی میں اتنے سالوں بعد خوشیاں لوٹ آئیں تھیں۔

زندگی کی راہوں سے غم کی پناہوں سے

میں سمیٹ لائی ہوں لمحہ لمحہ کرچیاں

☆☆☆☆